مسلسل اشاعت کے 57 سال

# ماہنامہ الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

678-79 / رجب شعبان ۱۴۴۳ھ فروری/مارچ ۲۰۲۲

بیاد
شیخ الحدیث
مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

بانی: حضرت مولانا سمیع الحق شہید

سرپرست اعلیٰ: مولانا انوار الحق

مدیر اعلیٰ: مولانا راشد الحق سمیع

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

جلد نمبر ............... 57

شمارہ نمبر ........ 6-5

رجب،شعبان ...... ۱۴۴۳ھ

فروری ،مارچ ...... ۲۰۲۲ء

اے بی سی آڈٹ بیوروسرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

# ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

| بانی | باہتمام | نگران | مدیراعلیٰ |
|---|---|---|---|
| حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ | حضرت مولانا انوار الحق صاحب | مولانا حامد الحق حقانی | حافظ راشد الحق سمیع حقانی |

نائب مدیران: مولانا حبیب اللہ حقانی، مولانا محمد اسلام حقانی

منتظمین: مولانا محمد فہد، بابر حنیف


## فہرست مضامین


- نقش آغاز: جامعہ حقانیہ کا پہلا آفیشل شاہکار ترانہ اور اس کی سوشل میڈیا پر عالمی پذیرائی، مولانا محمود اشرف عثمانی صاحبؒ کی جدائی، جامعہ حقانیہ کے مخلص الحاج ایوب ماموںؒ کی جدائی۔ جامعہ کے قدیم خادم کاکا جانؒ کی وفات ............... مولانا راشد الحق ۲
- شہرہ آفاق دارالعلوم حقانیہ کا ترانہ ........... جناب زین العابدین زینی ۶
- نعمتوں کی قدردانی کیجئے! ........... حضرت مولانا حافظ انوار الحق مدظلہ ۷
- ہزار سالہ عظمتوں کا جنازہ ........... شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ۹
- جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی تقریب دستار بندی ........... مولانا حبیب اللہ شاہ حقانی ۱۳
- طالبان کی فتح اور حکمرانی ........... مفتی ذاکر حسن نعمانی ۱۹
- ماہنامہ ''الحق'' خصوصی اشاعت بیاد شہید ناموس رسالتؐ ...... مفتی احسان الرحمٰن عثمانی ۲۷
- معمر افراد کیلئے بنائے گئے سنٹروں کی شرعی حیثیت ........... مولانا سید انور شاہ ۳۵
- مفکر اسلام حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی یاد میں خاص نمبر ...... جناب محمد شاہد حنیف ۴۳
- عصری و دینی تعلیم کا نصاب اور نظام ........... مولانا وسیم اکرم قاسمی ۴۶
- دیارِ خلافت کا سفر شوق ........... مولانا ڈاکٹر قاسم محمود ۵۴
- افکار و تاثرات ...... (مولانا قاضی محمد طیب حقانی، مولانا امیر جان حقانی) ........... ادارہ ۶۰
- دارالعلوم کے شب و روز ........... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۶۴
- تعارف و تبصرہ کتب ........... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۹



ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ فون نمبر: 630435-923 92+ فیکس 630922 923 92+

ای میل: -------- Email: editor_alhaq@yahoo.com موبائل نمبر: 03159898998 0333-9167789

ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk -------- فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/50 روپے۔ سالانہ -/500 روپے۔ بیرون ملک $ 40 امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا راشد الحق سمیع، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم مولانا راشد الحق سمیع

# جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا پہلا آفیشل شاہکار ترانہ اس کی دینی حلقوں اور سوشل میڈیا پر عالمی پذیرائی

دنیا کی اقوام وملل ،مہذب ممالک اور اکثر تعلیمی اداروں کا ابتداء ہی سے اپنے اغراض و مقاصد، نظریے، نصب العین ، اپنی تاریخ ،حال اور مستقبل کے حوالے سے مختلف قومی ترانے اور نظمیں بنا کر اپنی جذباتی وابستگی کا اظہار کرتے ہیں، مثال کے طور پر پاکستان کے قومی ترانے کو دیکھئے جس میں اس کے نظریے ،تاریخ اور اقبالی فکر کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے پھر تعلیمی اداروں میں دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء کے ترانے اس سلسلے کی سنہری کڑیاں اور مثالیں ہیں لہٰذا اس ضرورت کو کافی عرصے سے محسوس کیا جارہا تھا اور یہ راقم کی بھی بڑی دیرینہ آرزو تھی کہ مادر علمی دارالعلوم حقانیہ کا بھی ایک خوبصورت ، باوقار، جامع اور جامعہ کی پوری تاریخ کو اپنے اندر سموئے ہوئے ایک جاندار نظم اور منفرد ادبی ترانہ ہونا چاہیئےجس سے ہم بھی اپنی عقیدت ومحبت اور جذباتیت کا اظہار کرسکیں لہٰذا اس مرتبہ دارالعلوم حقانیہ کی دستار بندی کی آمد کے پیش نظر اس ترانے کو لکھنے اور اسے آڈیو ویڈیو کے ذریعے پیش کرنے کا خیال زور پکڑتا گیااور دستار بندی سے ایک ماہ قبل اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کی کوششیں شروع کیں اور دن رات اسی فکر وکاوش میں منہمک رہا، اس سلسلے میں ملک کے معروف نعت خواں حافظ حسان احسانی حقانی کو یہ پراجیکٹ حوالہ کیا اور میں نے انہیں ترانہ کے اغراض ومقاصد اور دارالعلوم حقانیہ کی پوری تاریخ اس کے شعبہ جات اور تاریخی خدمات کے حوالے سے انہیں آگاہ کیا،اس کے بعد انہوں نے کلام (ترانہ) لکھوانے کیلئے ایک باکمال شاعر محترم زین العابدین زینی صاحب سے رابطہ کیا اور زینی صاحب نے ماشاء اللہ اپنے طور پر مختصر جاندار کلام بنا کر بھیجا لیکن اس میں دارالعلوم حقانیہ کا سارا تاریخی پس منظر اور زیادہ جامعیت نہ ہونے کی وجہ سے میں نے مجبوراً ازخود بعض اہم ترامیم و اضافے کئے اور کئی اشعار خود لکھنے کی بھی پہلی مرتبہ کوشش کی گوکہ راقم چونکہ شعری بحروں ، اوزان سے ناواقف اور قافیہ وردیف کی مشکل پابندیوں سے ناآشنا ہے پھر بھی کچھ نہ کچھ ''تک بندی'' کر ہی لی تاہم زین العابدین صاحب اور راقم کی مشترکہ کاوش کو اب تک بہت زیادہ پذیرائی سے نوازا جارہا ہے پھر اس ترانے میں حافظ حسان احسانی حقانی نے اپنی منفرد خوبصورت سحرانگیز آواز، انوکھی طرز اور ترنم آمیز لَے سے جوحسن وسوز وگداز پیدا کیا ہے اس نے سننے والوں پر ایک خاص سحر اور وجد کی کیفیت طاری کردی ہے اور کئی سامعین کے فرطِ جذبات سے آنسو چھلک

پڑتے ہیں اور اکثر حضرات اِسے بار بار سنتے ہیں۔آٹھ منٹ کے اس مختصر ویڈیو ترانے میں دارالعلوم کی پچھتر سالہ تعلیمی، ادبی، سیاسی، سماجی، جہادی ودعوتی کارناموں کوسمیٹ کر پیش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔راقم نے اپنے طور پر بھرپور کوشش کی کہ سب کچھ اس مختصر ویڈیو ترانے میں سمو دیا جائے مگر اب بھی جامعہ حقانیہ کے بہت سارے پہلو رہ گئے ہیں۔ان شاء اللہ آئندہ ان گوشوں کو بھی مزید نمایاں کرنے کی کوشش کروں گا۔دارالعلوم حقانیہ کے پہلے آفیشل ترانے کو سوشل میڈیا،علمی وادبی حلقوں میں زبردست پذیرائی مل رہی ہے،الحمدللہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کواللہ تعالیٰ نے ہر لحاظ سے محبوبیت اور قبولیت سے نوازا ہے جو کام بھی اللہ کی ذات پر توکل کرکے شروع کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دارالعلوم حقانیہ اور اسکے بزرگوں کے اخلاص،تقویٰ اور للّٰہیت کی برکات سے کامیابیوں سے نوازتا ہے

الحمدللہ! ترانہ اب تک سوشل میڈیا پر ۴۰ لاکھ (ملینز ) سے زائد بار سنا اور دیکھا جارہا ہے اور بہت زیادہ وائرل ہوگیا ہے اور ہرطرف دینی حلقوں اورخصوصاً حقانی برادری کے گھروں اور بچوں کی زبان پر اس خوبصورت ترانے کی لَے اور اشعار جاری وساری ہیں، اس ترانے کے ریلیز ہونے کے بعد کثیر تعداد میں سننے والوں کے بہترین تحسینی تاثرات وپیغامات موصول ہورہے ہیں جس پر میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا اور پھر دارالعلوم کے تمام کرمفرما،محبین اور جامعہ سے محبت وعقیدت رکھنے والوں کا صمیم قلب سے مشکور وممنون ہوں بالخصوص نظم گوحافظ حسان احسانی حقانی، جناب زین العابدین زینی، دارالعلوم کے اسٹاف اور موتمر المصنفین کی ٹیم کا جن کی شبانہ روز محنت وکاوش سے یہ شاہکار ترانہ کامیابی سے ہمکنار ہوا۔وما توفیقی الا باللّٰہ۔

ترانے کا یوٹیوب لنک ملاحظہ فرمائیں https://www.youtube.com/watch?v=9lSRH-cShhM

---

# حضرت مولانا محموداشرف عثمانی صاحبؒ کی جدائی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ کے پوتے ،معروف ادیب وشاعر،محترم جناب زکی کیفی مرحوم کے فرزند اور شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ کے بھتیجے ،معروف کالم نگار،شاعر وادیب جناب سعود عثمانی صاحب کے بڑے بھائی شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی حضرت مولانا محموداشرف عثمانیؒ طویل بیماری کے بعد ۲۷رفروری ۲۰۲۲ء کو۷۲ سال کی عمر میں انتقال فرماگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ممتاز علمی خانوادہ کے چشم و چراغ حضرت مولانا محمود اشرف عثمانیؒ اپنی عظیم خاندانی نسبتوں کے ساتھ ساتھ خود بہت بڑے باکمال عالم، مدبر مفتی اور دیگر ان گنت خوبیوں، علمی و اخلاقی صفات سے مالا مال شخصیت تھے۔ تواضع، عجز و انکساری، زہد و تقویٰ، خلوص وللّٰہیت آپ کی شخصیت کے نمایاں پہلو تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی صاحبؒ عرصہ دراز سے جامعہ دارالعلوم کراچی سے منسلک رہے، آپ دارالعلوم میں شعبہ دارالافتاء کے رئیس تھے اور اس کے ساتھ ساتھ دارالحدیث میں بخاری شریف پڑھانے کا بھی انہیں شرف حاصل رہا۔ درس و تدریس، تصنیف و تالیف سے ان کو ابتداء ہی سے دلچسپی تھی، آپ کی تحریروں سے نوجوان نسل مستفید ہوتی رہی، آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے، اس کے علاوہ عوام الناس کے لئے درس قرآن کا سلسلہ بھی آپ نے جاری رکھا ہوا تھا، آپ کے فیض یافتگان اور شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہیں۔ آپ کی وفات سے نہ صرف پاکستان بلکہ پوری امت مسلمہ کو شدید صدمہ ہوا ہے، آپ امت مسلمہ کا عظیم سرمایہ تھے خاص کر جامعہ دارالعلوم کراچی اس عظیم اثاثے سے محروم ہو کر ناقابل تلافی علمی نقصان پہنچا ہے۔ آپ کی علمی، تدریسی، تصنیفی، ادبی، دینی، ملی وسماجی خدمات کو تادیر یاد رکھا جائے گا۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور خانوادہ حقانی دکھ اور غم کی اس گھڑی میں حضرت مرحوم کے پسماندگان بالخصوص شیخ الاسلام حضرت مولانا مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ اور محترم جناب سعود عثمانی صاحب کے ساتھ برابر کے شریک ہیں، جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی صاحبؒ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلیٰ نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ (آمین)

---

# جامعہ حقانیہ کے مخلص الحاج ایوب مامونؒ کی جدائی

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے بہت قریبی مخلص قدیم عقیدت مند جناب الحاج ایوب مامون صاحبؒ بھی طویل علالت کے بعد کراچی میں انتقال فرما گئے۔ حاجی ایوب مامون صاحبؒ کے متعلق اگر یہ لکھا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ فرشتہ صفت شخصیت تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی زبردست خوبیوں و کمالات سے نوازا تھا جو فی زمانہ لاکھوں انسانوں میں سے کسی ایک آدھ کے حصے میں آتی ہیں۔ عاجزی، انکساری، تواضع یہ آپ کے خصوصی اوصاف تھے۔ ایک زمانے میں

آپ کراچی میں قائم ملٹی نیشنل کمپنی ''پونڈز'' کے ایم ڈی ہوا کرتے تھے لیکن بے پناہ مصروفیات اور ذمہ داریوں کے باوجود آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی عیادت، تیمارداری و خدمت کیلئے ہر وقت مستعد رہتے۔ گاہے گاہے دارالعلوم حقانیہ بھی تشریف لاتے، زندگی بھر دارالعلوم حقانیہ کیلئے صدقات اورعطیات خود بھی دیتے رہے اور جمع بھی کرتے۔ آپ زہدو تقویٰ، خلوص وللّٰہیت کے پیکراور عجزوانکساری کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھے، ذکر واذکار، تلاوت قرآن، تہجد و نوافل ان کے معمولات زندگی کا ایک اہم حصہ تھے، صاحب ثروت ہونے کے باوجود انتہائی سادہ طرز زندگی گزارتے اور دینی اداروں سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھتے تھے، آپکی وفات سے دیندار طبقہ کو دلی صدمہ پہنچا ہے، جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں آپ کے لئے خصوصی طور پر فاتحہ خوانی کا انتظام کیا گیا۔ حضرت مہتمم و نائب مہتمم صاحبان، دارالعلوم اور خانوادہ حقانی مرحوم کے جملہ پسماندگان اوران کے قریبی عزیز اور دوست جناب حافظ جہانگیر صاحب سے دلی تعزیت کرتے ہیں۔

---

# جامعہ حقانیہ کے قدیم خادم کاکاجانؒ کی وفات

جامعہ حقانیہ کی تعمیر وترقی میں کئی ایسی گمنام شخصیات کا بھی بڑا اہم کردار ہے جو منظرعام پرتو نہیں آتے لیکن وہ پس منظر میں اپنے ہی کام اور خدمت میں مگن ومستغرق رہتے ہیں، ایسی ہی مردانِ باصفا قبیلے اور عہدِ رفتہ کی ایک شخصیت کاکا جان افغانی مرحوم کی بھی تھی جنہوں نے عمر بھر دارالعلوم کی خاکروبی کو عبادت اور فرض کی طرح نبھایا، انہیں حضرت مولانا عبدالحقؒ، مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور جامعہ حقانیہ کے درودیوار، کوچہ ومینار کیساتھ عشق تھا، عمر بھر اسی سایہ شجردار کے پہلو میں صبح وشام بتاتے رہے اور طلباء، اساتذہ و خانوادہ حقانی کے بچے بچے کی بے لوث خدمت کرتے رہے، خاموش طبع، اعلیٰ اخلاق کے مالک اور کام کے دھنی تھے، آپ عرصہ دراز بیمار رہے، فقروفاقے بھی برداشت کرتے رہے لیکن اللہ کے فیصلوں پر صابر وراضی رہے۔ کاکاجانؒ ۲۷ رجنوری کو طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے، آپ نے ۴۰ رسال تک جامعہ کی بے لوث خدمت کی، اسی لئے ادارتی صفحات میں اپنے اس گمنام ہیرو کا ذکر خیر اورتعزیتی کلمات کے ذریعے انہیں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ آپکی نماز جنازہ برادرم مولانا حامدالحق صاحب نے پڑھائی اور جامعہ کے اساتذہ بھی جنازہ میں شریک ہوئے۔

شاعر: زین العابدین زینی

# شہرہ آفاق دارالعلوم حقانیہ کا ترانہ

حق جس سے آشکارا ...... حقانیہ ہمارا
دارالعلوم پیارا ...... حقانیہ ہمارا

عرب وعجم میں پھیلا فیضان کا اجالا
امت کو جس نے بحرِ ظلمات سے نکالا

انوار کا ہے دھارا ...... حقانیہ ہمارا
دارالعلوم اکوڑہ ......علم وعمل کی وادی

ہے دینی مدرسوں میں حیثیت انفرادی
بے مثل یہ ادارہ ...... حقانیہ ہمارا

دے کر شہادتِ حق ظلمات کو مٹایا
قربانیوں سے جینا امت کو ہے سکھایا

عالم کو ہے سنوارا ...... حقانیہ ہمارا
تعلیم دینِ وایماں اک بحرِ بیکراں ہے

حقانیہ اکوڑہ احسان کا جہاں ہے
اسلام کو ابھارا ...... حقانیہ ہمارا

اس نے سکھائی ہم کو حق دین کی سیاست
مدنظر ہے مقصد، قانون ہو شریعت

انصاف کا نظارہ ...... حقانیہ ہمارا
ثانی دیوبندِ عالم میں ہے مقام تیرا

صُفہ کی عظمتوں اور ازہر کا ہے مینارہ
تحریک سیداحمدؒ کو پھر سے ہے ابھارا

افغان سر زمیں پر فصلِ شرعیہ بو کر
صدیوں کی گرد اپنے تازہ لہو سے دھو کر

تاریخ کو نکھارا ...... حقانیہ ہمارا
اخلاص عبدالحقؒ کا اس میں عیاں نمایاں

فیضان شیخ مدنیؒ سے یہ جہاں بسایا
برکت ہے آشکارا ...... حقانیہ ہمارا

خونِ جگر ہے شامل اس میں سمیع حقؒ کا
جذبہء حق ہے کامل اس میں انوارحق کا

رنگ نور کا فوارہ ...... حقانیہ ہمارا
علم و ادب صحافت میں دین کا سہارا

''الحق'' ہے نام جس کا بزمِ ادب کا تارا
زینی کا دل پکارا ...... حقانیہ ہمارا

☆ ☆ ☆

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوارالحق صاحب
ضبط وترتیب: مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

# نعمتوں کی قدردانی کیجئے

## (کراچی سی پی برار مسجد میں خطابِ جمعہ)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم أما بعد فأعوذ باللّٰه من الشیطان الرجیم بسم اللّٰه الرحمن الرحیم یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده

معزز علمائے کرام وطلبائے کرام اور دیگر معزز اراکین وحاضرین جلسہ! اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے کہ وقتاً فوقتاً کراچی میں حاضری کا موقع ملتا رہتا ہے اور جب بھی آتا ہوں الحمدللہ تمام مساجد لوگوں سے آباد ہوتی رہتی ہے۔ الحمدللہ اللہ جل جلالہ کی بے پناہ نعمتیں ہیں اور ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے، ہر ایک سانس جو ہم لیتے ہیں آکسیجن کو صرف لیجئے اگر یہ رک جائے اور اس نعمت سے ہم محروم رہ جائیں تو اسی وقت انسان کا خاتمہ ہوجاتا ہے، اس آکسیجن کی اہمیت کسی ایسے مریض سے پوچھی جائے جس کو سانس کی بیماری ہو پھر آپ کو اور ہم سب کو اس کی قیمت کا اندازہ ہوجائے گا، اس کے بعد زبان کو لیجئے! جس سے ہم روزانہ مفت میں گفتگو کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ ایسی مشینری بنائی ہے جو خودکار طور پر چلتی ہے۔ یہ ہمارے جو دو ہاتھ ہیں اس کی قدر کریں، جس انسان کے پیدائشی طور پر ہاتھ نہ ہوں اس کو کتنے قسم کے مسائل اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ الغرض انسان کو اس کارخانہ بدن کے ایک ایک پرزہ کی قدر کرنی چاہیے اور پھر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ اور پھر اعلیٰ تناسب سے اعضاء انسانی پیدا فرمائے۔ اگر ایک آنکھ آگے ہوتی اور دوسری آنکھ کو پیچھے سے پیدا کرتا تو کیا بدتر حالت ہوتی۔

میرا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بے پناہ احسانات ہیں اور بے شمار نعمتیں ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان تعدوا نعمت اللّٰه لاتحصبوها اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم شمار نہیں کرسکتے۔ انسان کو چاہیے کہ دن رات میں کسی وقت دس پندرہ منٹ کسی کونے میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرے کہ اے اللہ! آپ نے ہم پر بے پناہ احسانات کئے ہیں، ہم اس کے شکرگزار

ہیں کہ ہمیں آپ نے انسان پیدا کیا تو ان احسانات کے بدلہ میں ہمیں چاہیے کہ چار پانچ منٹ اللہ کے حضور بیٹھ کر اپنے نفس کا محاسبہ کریں کہ میں کن کن کاموں کو خلاف شرع کر رہا ہوں؟ اور کس کس فعل میں مرضیات الٰہی کے خلاف مبتلا ہوں؟ کون سے کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کی خاطر کر لئے اور کتنے کام اللہ کی ناراضگی کا سبب بنے؟ انسان کی کوئی گارنٹی نہیں ہے، کوئی کینسر سے مرگیا تو کوئی ہارٹ اٹیک سے مرگیا، اس سے اندازہ ہوا کہ یہ جو ہمارا بدن ہے اس پر ہمارا کنٹرول نہیں ہے بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہے ہماری یہ امانت ہم سے چھین لے۔ آج کی نماز جمعہ میں چند جید علمائے کرام موجود ہیں وہ آپ حضرات کو مختلف بیانات ومواعظ میں آپ کو زندگی گزارنے کے اصول اور طرز زندگی کے طور طریقہ بتلاتے رہتے تھے کہ انسان کو بروقت فکر کرنی چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر زندگی گزاریں، ہمیں چاہیے کہ حلال کی کمائی حاصل کریں، حرام کی آمدنی سے اجتناب کریں، ایک مومن بندے کو ہر وقت سوچنا چاہیے کہ وہ دوسرے مسلمان کو ایذاء اور تکلیف نہ پہنچائے، رشوت لینے اور دینے سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔

اسلام کی کوئی ذمہ داری اگر ہم پر آجائے تو اس کے لئے ہمہ تن تیار رہنا چاہیے، اپنے آپ کے اندر دین کا جذبہ پیدا کرنا چاہیے، ساتھ ساتھ اسلام کے غلبے کے لئے مدارس اسلامیہ کی بھی حفاظت اور چلانا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ یہ ہمارے ملک میں جو مدارس کا جال پھیلا ہوا ہے انہی مدارس کی وجہ سے ہمارے ملک میں حریت اور آزادی ہیں اور یہ مدارس اسلام کے حقیقی معنوں میں قلعے ہیں، یہ رجال اللہ پیدا کرتے ہیں، پھر ان ہی طلبہ کرام سے اللہ تعالیٰ مختلف دینی شعبوں میں خدمات لیتے ہیں۔

آخری بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سنت نبویؐ پر عمل پیرا ہونا چاہیے، غیروں کے نقش قدم پر چلنا نقصان دہ بات ہے۔ ہمارے جامعہ کے استاد حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ نے ایک دفعہ فرمایا کہ ہم اُردن کے سفر پر تھے، علمائے کرام اور دیندار لگوں کی جماعت تھی، سب داڑھی والے تھے، راستے میں وہاں کے مقامی چھوٹے بچے ہمیں دیکھ کر ڈر گئے کہ یہ کون اور کس قسم کی مخلوق ہیں؟ چونکہ وہاں داڑھی بہت پہلے سے متروک ہوچکی تھی اسی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو داڑھی والے عجیب لگتے تھے۔ آج مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح شکل وصورت اپنانے سے کتراتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ اپنے بچوں کو اب سے دین پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کیا کریں تاکہ وہ دیندار بن جائیں، پھر یہ بڑے ہوکر جس شعبہ میں ہوں گے وہ دیندار ہوں گے اور نیک سیرت ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان باتوں پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

# ہزار سالہ عظمتوں کا جنازہ

## وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

(المیہ مشرقی پاکستان کے پچاس سال ہونے پر مولانا شہیدؒ کی ایک تحریر، نشرِ مکرر)

وہ دیکھو ڈھاکہ فتح ہو گیا اور سقوط مشرقی پاکستان کے ساتھ، اسلام کے لحاظ سے نہیں مگر مسلمانوں کے لحاظ سے دنیا کی عظیم اسلامی مملکت سرنگوں ہوگئی وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا برصغیر پر افق مغرب سے طلوع ہونے والا فتح و کامرانی کا روشن ستارہ مشرق کی وادیوں میں ٹوٹ گیا۔ آج دیبل کے ساحل پر محمد بن قاسمؒ کا لہرایا ہوا پرچم سرنگوں ہے۔ احمد شاہ ابدالیؒ کی عظمتوں کا آبگینہ چکنا چور ہو گیا ہے اور سومنات کا جامد اور ساکت تبت محمود غزنوی کی ناخلف اولاد پر قہقہے لگا رہا ہے جو گلشن محمد بن قاسمؒ سے لیکر اورنگزیبؒ اور سید احمد شہیدؒ و محمود الحسنؒ کے خون سے سینچا گیا، آج وہ اجڑا اجڑا سا ہے، پاکستان ہماری خوابوں کا آئینہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے اور اس کا ہر ذرہ ہماری تصویر پر خندہ زن ہے۔ اللہ کی رسی اسلام کو کاٹ کر مشرق و مغرب کو ملانے کے لیے ہماری تمام تدبیریں نہ صرف ناکامی بلکہ اس شرمناک رسوائی میں اضافہ کا باعث بن گئیں اور آج ملت اسلامیہ کے سات کروڑ جگر پارے ہم سے جدا ہو چکے ہیں۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ)

أيها النفس أجملی جزعاً  فان ماتحذرين قد وقعا

یارائے صبر و شکیب نہیں نہ صبر کا مقام ہے۔ نالہ و شیون کا طوفان برپا کیجیے اور اگر ضمیر و احساس ندامت کا ساتھ نہ دے اور غیرت کا پانی خشک ہو جانے سے آنکھیں اشکبار نہیں ہوتیں تو مر جائیے کہ ڈوب مرنے کے لیے اس سے بہتر موقع نہ پا سکو گے......

بہت سعی کیجیے تو مر رہیے میر  بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

سقوطِ ڈھاکہ سے ایک ہفتہ جب احساس و شعور کی ساری توانائی یاس و قنوط کے سامنے بے بس ہو چلی تھی اور پچھلے نقش آغاز میں قلم اعتراف عجز پر مجبور تھا تو آج جبکہ یہ واقعہ ہائلہ اور قیامت کبریٰ ایک حقیقت بن چکا ہے تو

کسے تاب ہے کہ برصغیر کے تقریباً بیس کروڑ مسلمانوں کے سانحہ مرگ پر مجلس عزا برپا کرکے برصغیر میں اپنی ہزار سالہ عظمتوں کی مرثیہ خوانی کر سکے اور کہنے کو رہ کیا گیا ہے۔ یٰلَیۡتَنِیۡ مِتُّ قَبۡلَ هٰذَا وَ كُنۡتُ نَسۡیًا مَّنۡسِیًّا

نہیں ہے طاقت گفتار اور اگر ہو بھی تو کس امید پہ کہئے کہ مدعا کیا ہے

خلافت بغداد کی تباہی کا ماتم کرتے ہوئے مورخ کبیر علامہ ابن اثیرؒ کوئی سال تردد رہا۔ قلبی کیفیت کو چھپا نہ سکے اور لکھا کہ اسلام اور مسلمانوں کی خبر موت سنانا کس کو آسان ہے اور کس کا جگر ہے کہ ان کی ذلت و رسوائی کی داستان سنائے۔ کاش! میں نہ پیدا ہوتا۔ کاش! میں اس واقعہ سے پہلے مر چکا ہوتا اور بھولا بسرا ہو جاتا۔ (بحوالہ: الکامل، جلد۱۲، ص: ۱۴۷) مگر آج کی یہ ذلت فاضحہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ہماری پوری تاریخ کا ذلیل ترین سانحہ ہے، بابل کا جابر بادشاہ بخت نصیر یروشلم سے ایک لاکھ یہودیوں کو قیدی بنا کر لے گیا تھا کہ ان کی ذلت و مسکنت کی انتہا ہو چکی تھی مگر عہد اسلام تو اس مثال سے نا آشنا ہے۔ مسلمان اور شکست مومن اور ہتھیار ڈالنا تو اتنی متضاد چیزیں ہیں جتنا کہ خود اسلام اور کفر، اسلام کی تاریخ میں نہایت شاذ و نادر مثال فتوحات عراق میں صرف ایک جگہ ملتی ہے کہ نہایت مجبوری کی وجہ سے چند لوگوں کو پیچھے ہٹنا پڑا جبکہ ساتھیوں نے میدان جیت کر دم لیا پھر بھی اس واقعہ کا اتنا افسوسناک اثر ہوا کہ جن لوگوں کو پیچھے ہٹنا پڑا وہ مدتوں خانہ بدوش پھرتے رہے۔ شرم سے اپنے گھروں کو نہیں جاتے تھے، اکثر رویا کرتے اور لوگوں سے منہ چھپاتے پھرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں یہ خبر پہنچی تو ماتم پڑ گیا جو لوگ مدینہ پہنچ کر روپوش تھے اور شرم سے باہر نہیں نکلتے تھے حضرت عمرؓ ان کے پاس جا کر تسلی دیتے تھے اور کہتے تھے کہ تم اَوۡ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَةٍ میں داخل ہو مگر ان کو اس تاویل سے تسلی نہیں ہوتی تھی۔ (بحوالہ: ''الفاروق'' از علامہ شبلی نعمانی)

مگر چرخ نیلگوں نے یروشلم کے بعد پہلی مرتبہ ڈھاکہ سے ایک لاکھ قیدیوں کی شکل میں تاریخ کو دہراتے دیکھا پھر کیا یہ ہماری بے مثال ذلت کی شہادت نہیں ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمۡ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعۡمَةً اَنۡعَمَهَا عَلٰی قَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ ''یہ قدرت کا قانون ہے کہ اس کی دی ہوئی نعمتوں کی بے قدری کرنے والوں کو ذلت اور نامرادی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تاکہ وہ قوم خود اپنی حالت نہ بدل ڈالے۔''

پھر کیا یہ اسلام کی شکست ہے؟ کیا نصرت خداوندی اب عصر حاضر کے ظالم اور باطل طاقتوں کا سامنا نہیں کر سکتی؟ کیا حق باطل کے سامنے سپر انداز ہو چکا ہے؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کیا خدائے حی و قیوم سومنات کے مردہ اور جامد پتھروں کے سامنے عاجز اور بے بس ہو چکا ہے؟ نہیں ہزار بار نہیں، اپنی رسوائی اور ناکامی کو اسلام کے سر تھوپنے والو! کیا یہ اسلام اور کفر کا مقابلہ تھا اور کیا آخری مقابلہ ہو چکا ہے؟ کیا بدر و حنین

اور یرموک و قادسیہ مسلمانوں کے نہیں ہندوؤں کے معرکہائے خونیں تھے؟ کیا بحر الکاہل کی متلاطم موجوں کو چیر کر ''جبل الطارق'' پر علم توحید نصب کرنے والے کوئی اور تھے۔ کیا پانی پت اور میسور کے میدان کسی اور کے خون سے لالہ زار بنے تھے؟ کیا برصغیر میں پھیلے ہوئے شکستہ کھنڈرات کسی اور کے عہد اقبال کی شہادت دے رہے ہیں؟ اور کیا جلال و جبروت کا سرچشمہ خدائے بزرگ و برتر ہندو کی بے جان مورتیوں سے شکست کھا سکتا ہے؟ کبھی نہیں! حق و باطل کی پوری تاریخ میں ایسی کوئی شہادت نہ پا سکو گے...... پھر یہ کیا تھا......؟ یہ شکست قانون مکافات عمل کا ظہور اور شامت اعمال کا نتیجہ تھا۔ وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

نصرت اور قوت خداوندی تو ہمیشہ قائم اور دائم رہنے کے لیے ہے اور کسی کو اس پر یقین نہ ہو تو پھر اسے چاہیے کہ اوپر کی طرف ایک رسی تان کر اس کا پھندا بنا لے اور اس طرح اپنے گلے میں پھانسی لگا لے مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ پس یہ اسلام کی شکست نہیں جو ایک ابدی حقیقت اور سرمدی صداقت ہے۔ بقاء اس کی معیت اور فنا اس سے گریز میں ہے بلکہ یہ تو عروج و زوال امم کے لیے اللہ کے اٹل قوانین اور سنت اللہ کا ٹھیک ٹھیک ظہور ہے۔ ذرا بھی اپنے شکستہ دل کے گوشوں میں اس المیہ کے اسباب ٹٹولو گے تو یہ نتائج تعجب خیز نہیں بلکہ سنت اللہ کے عین مطابق معلوم ہوں گے، ایسا نہ ہوتا تو اس سنت کی تبدیلی سب کو محو حیرت کر دیتی۔ پس یہ رسوائی اسلام کی نہیں اللہ کے مخلص بندوں کی ہے بلکہ اعمال کا سنگدلانہ ردعمل اور گھناؤنا انتقام ہے۔ نفاق اور کھوکھلے نعروں کی شکست قول و عمل کے تضاد اسلام کو نعرہ فریب و استحصال بنانے کی شکست ہے۔ یہ عیاری، فحاشی اور بے حیائی کی شکست ہے، یہ اختلاف و انتشار اور اقتدار کے لئے رسہ کشی کا نتیجہ ہے یہ میکیاؤلی سیاست کی موت ہے کہ فاروقی سیاست تو غالب رہنے کے لیے تھی، یہ خود غرضی اور ہوس اقتدار کا وبال ہے اور گاڑی ہلاکت اور بربادی کی اپنی اسی منزل میں جا گری ہے جس کی راہ پر ہم نے اسے ڈال دیا تھا۔

اب ہم لاکھوں تحقیقاتی کمیشن قائم کریں، جنگی اور سیاسی اسباب ٹٹولیں، ایک دوسرے کو قربانی کا بکرا بنا کر اپنے مجرم ضمیر کی آسودگی کا سامان کریں۔ ہماری عظمت کا قصر رفیع جو پیوند خاک ہو چکا ہے، بلند نہیں ہوسکتا حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ لٹی ہوئی آبرو تحقیقاتی کمیشنوں سے واپس نہیں ہوسکتی، نہ نفس اور قوم کو فریب دینے کے لیے اس سعی لاحاصل کی ضرورت ہے......

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہو گا
کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

اپنی حالت بدلنے کی بجائے ان ابلہ فریبیوں میں پڑنے والوں کہیں کلک تقدیر نے یہ کہہ کر پوری قوم کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا حکم تو نہیں دیا کہ ع ایں دفتر بے معنی غرق مے ناب اولیٰ بے شک مایوسی کفر اور یاس وقنوط پیغام موت ہے مسلمان مایوس نہیں ہوتا لیکن وہ اسلام جو مردہ قوموں کیلئے حیات جاودانی کا مژدہ بنتا تھا، اس پورے عرصہ آزادی میں کبھی اپنایا گیا؟ اپنایا ہوتا تو یہ روز بد کیوں دیکھتے پھر آج امید وبیم کی دنیا بسائی جائے بھی تو کیسے؟ ہمارے پاس رہ کیا گیا ہے۔ چند آنسو چند حسرتیں اور چند آہیں۔ قوم کا ساز حیات ٹوٹ چکا ہے اور وہ جسے ہم عالم اسلام کا حصار کہتے تھے خود ہمارے ہاتھوں ٹوٹ چکا ہے۔ ہم نے صلاح الدینؒ کی آبرو مسجد اقصیٰ یہودیوں کے ہاتھ لٹا دی، وسط ایشیا، سمرقند و بخارا میں اپنی سرخروئیوں کا خزانہ اپنے ہاتھوں دفن کیا۔ اسپین اور سسلی میں اپنی متاع عظمت وشوکت تاراج کرنے والوں آج ہند میں محمود غزنوی کی قبائے عزت وافتخار بھی ہمارے ہاتھوں تار تار ہو چکی ہے مگر ہماری عشرتنا کی اور ہوسنا کیوں میں لحہ بھر کیلئے کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ہم میں سے کتنے ہیں جنھیں اس مصیبت کبریٰ کا واقعی احساس ہے۔ کتنی آنکھیں خونبار ہو چکی ہیں، کتنے قلوب فرط غم سے پھٹ چکے ہیں اور کتنے ہیں جو زندگی کی رنگینیوں کو چھوڑ کر دشت وصحرا کے ویرانوں کو اپنی آہ وبکا سے آباد کر چکے ہیں اور کتنے ہیں جنھیں اب اس ''عظیم المیہ'' سے سبق لینا ہے، اٹھو دیکھو پورا برصغیر اسلام کا غربت کدہ بن چکا ہے اور اگر تمہارے مقدر میں رونا ہی رہ گیا ہے تو اٹھو اور اپنے نالہ وشیون سے عالم افلاک میں تہلکہ مچا دو، شاید رب السموات والارض کو ہماری پستی اور بے بسی پر ترس آ جائے۔

مسلمانو! سقوطِ ڈھاکہ وقتی حادثہ نہیں یہ ہند میں تمہارے اسلاف کی تیرہ سو سالہ عظمتوں اور قربانیوں کا جنازہ ہے، اب تمھیں روٹی کپڑا اور مکان کی نہیں کھوئے ہوئے لباس مجد وشرف کی ضرورت ہے اور اگر اس حال پر خوش ہو تو یاد رکھو کہ خدا کی بستی میں اس لباس سے ننگی قوم کا کوئی ٹھکانہ نہیں اور......

یہی ہے زندگی تو زندگی سے موت اچھی
کہ انسان عالم انسانیت پہ بار ہو جائے

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ

(ماہنامہ ''الحق' اکوڑہ خٹک، ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ)

مولانا حبیب اللہ شاہ حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

# جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی تقریب دستار بندی

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا شمار دنیائے اسلام کے بڑے تعلیمی جامعات میں سے ہوتا ہے، اس کی بنیاد ۱۹۴۷ء کو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے رکھی ،اب تک اس سے لاکھوں افراد فیض یاب ہوئے ، ہرسال کی طرح اس سال بھی ۱۶رفروری بروز بدھ جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں حفاظ کرام وفضلائے درس نظامی اور تخصصات کے فضلاء کوعصر سے قبل دارالحدیث میں بلایا گیا،اساتذہ ومشائخ کرام عصر کے بعد تشریف لائے ،فضلاء نے نمازعصر دارالحدیث ہی شیخ الحدیث مولانا حافظ شوکت علی حقانی مدظلہ کی اقتدا میں ادا کی ،اسٹیج سیکرٹری کی خدمات مولانا سید یوسف شاہ صاحب سرانجام دے رہے تھے، انہوں نے تلاوت کلام پاک کے لئے دورہ حدیث کے طالب علم اور جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ کے موذن قاری محمد عمر حقانی کو دعوت دی ،تلاوت کے بعد دارالعلوم حقانیہ کے فاضل مولانا حسان احسانی کو دعوت دی جنہوں نے دارالعلوم کی شان میں ایک عظیم الشان ترانہ پیش کیا، یہ ترانہ امام الشہداء شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحقؒ کے جانشین مدیر''الحق'' حضرت مولانا راشدالحق سمیع کی خصوصی فکر وکاوش کا نتیجہ تھا، آپ کافی عرصہ سے فکر مند تھے کہ دیگر ملکی وغیرملکی تعلیمی اداروں کی طرح دارالعلوم حقانیہ کا بھی ایک ترانہ ہونا چاہیے، چنانچہ معروف شاعر زین العابدین زینی صاحب سے ترانہ بنوایا جس میں مدیر''الحق'' مولانا راشدالحق سمیع صاحب نے کافی ترمیمات کرکے اسے ایک شاہکار بنادیا، مولانا حافظ احسان احسانی صاحب نے اسے پڑھا ،ان کی مترنم آواز سے دارالحدیث گونج اٹھا، اللہ اکبر کے نعرے بھی بلند ہوئے ،سامعین سے خوب داد وصول کی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا ادریس صاحب مدظلہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی تشریف آوری کے بعد دستار بندی کا عمل شروع ہوا، دارالعلوم میں دستاربندی کی ترتیب اسی طرح ہوتی ہے کہ اگر ''خانوادہ حقانی'' یا اساتذہ و مشائخ میں سے صاحبزادوں میں سے کوئی دستار فضیلت باندھ رہا ہوتو ابتداء اسی سے ہوتی ہے اورسب سے پہلے اس کی پگڑی بندھوائی جاتی ہے۔اس سال بھی مولانا حامد الحق حقانی (نائب مہتمم جامعہ حقانیہ) کے

صاحبزادے مولوی عبدالحق ثانی درس نظامی سے فارغ ہوئے تو سب سے پہلے آپ کی دستار بندی کی گئی، بعدازاں مولانا حافظ شوکت علی حقانی کے برخوردار مولوی حبیب احمد حقانی اورمولانا مفتی ذاکر حسن صاحب کے صاحبزادے مولوی سفیان حقانی کی دستار بندی کی گئی چونکہ فضلاء پگڑی باندھ کر آتے ہیں، اسی وجہ سے مشائخ واساتذہ ان کے سروں پرتبریک واعتماد کاہاتھ رکھتے ہیں لہٰذا سب سے پہلے حفاظ قرآن (جن کی تعداد ڈیڑھ سو سے متجاوزتھی) کو بلایا گیا، ان کے بعد ''تخصص فی الفقہ'' کے فضلا کی دستار بندی کی گئی اور پھر ''تخصص فی الدعوۃ والارشاد'' کے فضلاء کو دعوت دی گئی، دورہ حدیث کے طلبہ جن کی تعداد ۱۵۰۰ سے متجاوزتھی کو رول نمبر کے لحاظ سے بلوایا جاتا اور یوں یہ مبارک عمل مغرب کے بعدتک جاری رہا۔

عشاء کے بعد مولانا مفتی غلام قادر صاحب نے آنے والے مہمانوں اور طلبہ سے مختصر اور پراثر خطاب فرمایا، اگلے دن ۱۷رفروری کو بعد از نماز فجر مولانا حافظ شوکت علی حقانی صاحب نے دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ اور اکابرین حقانیہ کی خدمات پر تفصیلی خطاب فرمایا۔

اسی دن اکوڑہ خٹک میں عید کے دن جیسا سماں ہوتا ہے،اکثرسکولوں میں اس دن رَش کی وجہ سے تعطیل ہوتی ہے، اکوڑہ خٹک کی عوام وخواص عرصہ درازسے دارالعلوم کے فضلاء کے مہمانوں کے لئے اپنے گھراور مہمان خانے خالی کرواتے ہیں اورخود بھی ہمہ وقت ان کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں،ان کا یہ جذبہ نہایت قابل ستائش وآفرین ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کی یہ تقریب ہرسال تاریخی نوعیت کی ہوتی ہے جس میں ملک بھرسے مشائخ وعلماء اپنے طور پر شرکت فرماتے ہیں، دارالعلوم حقانیہ کی انتظامیہ،مہمانوں کو باقاعدہ مدعونہیں کرتی کیونکہ پھر یہ سلسلہ بہت زیادہ دراز ہوسکتا ہے، ملک بھر سے ہزاروں عقیدت مند،فضلاء کے عزیز و اقارب اورقدیم فضلا بھی اپنے مادرعلمی سے تعلق خاطر اورتجدید عہد کے لئے دیوانہ وار دوڑے چلے آتے ہیں۔اس سال جلسہ دستار بندی کے انتظامات نہایت ہی منظّم،مثالی اور جدید ترین ٹیکنالوجی سے مزین تھے۔استادمحترم مولانا راشدالحق سمیع صاحب کو اللہ تعالیٰ نے حسن انتظام،سلیقہ مندی اور حسن تدبر کے ساتھ چیزوں کوترتیب دینا اور پیش کرنے کا ملکہ عطا فرمایا ہے توانہوں نے اس سال دارالعلوم کے نئے ''دارالتدریس'' کے سامنے وسیع وعریض چمن کو دورہ حدیث کے طلباء کے لئے مختص کیا اوران کے لئے باقاعدہ ہزاروں نشستوں کا انتظام کرایا،قالین بچھائے گئے اور بڑی بڑی سکرینز کو دارالعلوم کے مختلف اطراف میں لگایا گیا تاکہ ہزاروں شرکاء اسٹیج اور اپنے اپنے پیاروں کو بغیر کسی

تکلیف کے دیکھ سکیں۔ڈرون کیمرے اور سوشل میڈیا کے ذریعے لائیو بھی مجمع کو دکھانے کے بڑے انتظامات کئے گئے تھے۔اسٹیج وہاں بنایا گیا جہاں آج سے تقریباً چالیس پچاس قبل دستار بندی کا اسٹیج بنایا جاتا تھا، بعد میں اس کو مسجد میں منتقل کردیا گیا تھا چونکہ استاد صاحب کو قدیم چیزوں سے ایک گہرا لگاؤ ہے تو اسی لئے انہوں نے کل شئی یرجع الی اصلیه کے مصداق اسٹیج وجلسہ گاہ کو نئے انداز میں پیش کیا۔ان شاندار انتظامات اور نئی ترتیب پر ہر کوئی بہت خوش نظر آرہا تھا۔

فضلاء اپنے اپنے مہمانوں کی مہمانوازی سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ جدید ''دارالتدریس'' بیاد امام الشہداء مولانا سمیع الحقؒ کے سامنے وسیع وعریض حسین سبزہ زار میں اپنی اپنی نشستوں پر ظہر کے بعد تشریف فرما ہوئے۔ اکابر ،مشائخ اور اساتذہ بھی اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے، یہ منظر نہایت خوشگوار اور خوبصورت تھا کہ اچانک موسم نے انگڑائی لی اور تیز ہوائیں چلنا شروع ہوئیں جس سے موسم اچھا ہوگیا پھر تھوڑی دیر بعد بارش بھی شروع ہوگئی لیکن مجمع اور فضلاء کا حال دیدنی تھا کہ کوئی بھی اپنی جگہ سے ہلنے کو تیار نہیں تھا، سب اپنے محبوب اساتذہ ومشائخ کے آخری پیغام اور خصوصاً آخری حدیث سننے کو حرز جاں بنانے کو تیار تھے۔

تقریب ختم بخاری کا باقاعدہ آغاز مولانا یوسف شاہ حقانی نے تلاوت کلام پاک سے کروایا، تلاوت کی سعادت امام المجاہدین شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ کے بڑے فرزند مولانا سید امجد علی شاہ مدظلہ نے حاصل کی، مولانا حسان احسانی حقانی نے دوبارہ ترانہ پیش کیا اور رخصت ہونے والے فضلاء کی خدمت میں ایک مختصر نظم بھی پیش کی ۔

## مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ کا خطاب

جامعہ دارالعلوم حقانیہ نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی نے آئے ہوئے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا فضلاء کے والدین اور رشتہ داروں کو مبارکباد پیش کی اور افغان طالبان وامارت اسلامی افغانستان کے نام ایک اہم ناصحانہ وہمدردانہ پیغام بھی جاری فرمایا،آپ نے اپنے بیان میں اسلام وپاکستان کی پاسداری کی طلبہ سے حلف بھی لیا۔آپ نے سالانہ تقریب ختم بخاری شریف سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ عالم کفر سے ہماری دینی غیرت اور اسلام اور مسلمان سے محبت برداشت نہیں ہوتی اور ہم کفری طاقتوں کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر مقابلہ کیلئے تیار ہیں، طالبان کی افغانستان میں واضح فتح اور امن قائم کرنے پر ان کا خیرمقدم کرتے ہیں، یہ فتح درحقیقت اسلام کی فتح ہے جس سے شہید پاکستان مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے نظریہ او رفلسفہ کو تقویت ملی، طالبان کی فتح درحقیقت اسلام

پسند قوتوں اور مظلوم طبقات کی فتح ہے۔اس فیصلہ کن معرکہ میں اصل کردار حکمران اور سیاستدان نے نہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثین اور علم نبوتؐ کے حاملین نے ادا کیا۔ پاکستان دنیا میں اسلام کا قلعہ سمجھا جاتا ہے، ان شاء اللہ سیکولر عناصر کے عزائم خاک میں ملا دیئے جائیں گے، آپ نے سنا ہوگا کہ ہندوستان میں حجاب پر پابندی لگا دی گئی ہے جس سے پوری دنیا میں مسلمان بے چین ہیں، ایک مسلمان خاتون جس نے حجاب پہن کر اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر بزدل مودی اور ان کی سرکار کو للکارا۔اور ان شاء اللہ ہم استعماری قوتوں کو پاکستان پر مسلط نہیں ہونے دیں گے، وطن کی حفاظت کیلئے مر مٹنے کا سب سے زیادہ درس دینی مدارس سے دیا جاتا ہے، خدانخواستہ اگر پاکستان پر کوئی بھی براوقت آیا تو یہی مدارس کے طلباء اور علمائے کرام پاکستان کی سرحدات کا دفاع کریں گے، حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ مدارس کے طلباء اور علمائے کرام سے رہنمائی حاصل کرتے رہیں نہ کہ ان کی خانقاہوں اور ان کے مدرسوں پر پابندی اور قدغن لگانے کا سوچیں۔اسلام سلامتی اور امن کا مذہب ہے، مدارس دینیہ امن وسلامتی اور محبت پھیلانے کی یونیورسٹیاں ہیں، تمام دینی جماعتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے عالمی اجتماعات اور سیمناروں میں کشمیر، فلسطین، شام، برما، میانمار میں صیہونی اور صلیبی دہشت گردوں کے خلاف بھی آواز اٹھایا کریں، انقلاب محمدی کے سوا کوئی انقلاب دیرپا اور کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ہم نے ہمیشہ شریعت کی جنگ لڑی ہے اور شریعت کے ذریعے اس ملک کی تقدیر بدل سکتی ہے۔اس وقت سب سے اہم مسئلہ پاکستان کے اسلامی تشخص اور نظریاتی حیثیت کا تحفظ اور اس کو غیروں کے تسلط سے نکالنا ہے، لبرل اور سیکولر اور قادیانی لابی اسے سیکولر بنانے کی کوششوں اور سازشوں کے سامنے بند باندھنا پوری پاکستانی قوم کا فریضہ ہے۔ہم دارالعلوم کے اس سالانہ اجتماع میں شہید ناموس رسالت شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے مشن کو جاری رکھنے کا عزم کرتے ہیں اور کہا کہ شہید مولانا سمیع الحقؒ کے مشن کو ہر حالت میں آگے بڑھائیں گے (ان شاء اللہ)

## شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق مدظلہ کا خطاب

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق مدظلہ کو آخری حدیث شریف کا درس دینے کی دعوت دی گئی تو مولوی عبدالحق ثانی نے آخری حدیث کی مع سند تلاوت فرمائی اور شیخ الحدیث مدظلہ نے اس پر مختصر مگر پراثر خطاب فرمایا، طلبہ کو نصائح فرمائیں کہ اپنے اپنے علاقوں میں جاکر دین کی خدمت شروع کریں، جنگ وجدل سے دور رہیں، اپنے اپنے اساتذہ و مشائخ اور مادرعلمی سے ہمیشہ تعلق قائم رکھنا،

بعض فضلا ایسے بھی ہوتے ہیں جو فراغت کے بعد مادر علمی سے ایسے منہ موڑ لیتے ہیں کہ تیس چالیس برس میں بھی ایک آدھ بار چکر لگانے کی زحمت گوارا کرتے ہیں۔آپ حضرات کو دارالعلوم کے ساتھ گہرا ربط وتعلق رکھنا چاہیے،آپ سب دارالعلوم کے سفراء ہیں، دارالعلوم کے ساتھ تعاون کرنا بالخصوص نئی زیرتعمیر جامع مسجد وغیرہ کا ہم سب کا اخلاقی فریضہ ہے، یہ غریب عوام کی چندوں سے بن رہی ہے۔ ایک دن بارش ہورہی تھی تو ایک خاتون سر پر پتیلا اٹھا کر مسجد کے قریب آئی، کسی مزدور نے اُس سے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ مسجد میں کام ہورہا ہے،سردی بہت ہے تو مزدوروں کیلئے حلوہ بنا کر لائی ہوں اور میرے بس میں کچھ نہیں تھا۔ اسی طرح بعض خواتین نے زیوارت بھی پیش کئے ہیں، مطلب یہ کہ اس مسجد میں ڈھانچہ کھڑا ہونے کے بعد تزئین وآرائش کا بھی بہت سارا کام ہوا چاہتا ہے لہٰذا اسکی تکمیل آخری مراحل میں ہے تو آپ فضلاء اور اہل خیر مسلمان اس عظیم مسجد میں اپنے حلال مال سے حصہ ڈالیں، یہ آخرت میں نجات کا ذریعہ اور جنت میں گھر بنوانے کا وسیلہ ہوگا ان شاء اللہ

ہمارے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ فرماتے تھے کہ پہلے دن سے فتوی لگانا شروع نہ کرنا بلکہ مثبت انداز میں دین کی خدمت شروع کرو، مثبت کام کرنے کے بہت فائدے ہوتے ہیں آپ سب ادفع بالتی ھی احسن پر عمل کرکے دین کو پھیلانے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔ ہمارے کئی محسنین بیمار ہیں، ان کے لئے دعا فرمائیں ،ختم بخاری کے موقع پر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ سب مسلمان مریضوں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ سے نوازے آمین۔

## حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کا خطاب

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ نے اپنے خطاب میں دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے چند اہم اعلانات فرمائے:(۱)الحمدللہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں اس سال ''تخصص فی الدعوۃ والارشاد'' کی کامیابی کے بعد آئندہ سال شوال ۱۴۴۳ھ سے باقاعدہ ''تخصص فی الحدیث'' اور ''تخصص فی اللغۃ العربیۃ'' کا آغاز بھی شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ کی سرپرستی میں ہورہا ہے ۔(۲)''الحق'' کی عظیم خصوصی اشاعت (۴ جلدوں میں ) بیاد شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی اشاعت ہوئی ہے اب سامنے اسٹال پر صرف دو ہزار روپے میں دستیاب ہے۔(۳) رمضان المبارک کے بعد ان شاء اللہ حضرت شہیدؒ کی مرتب کردہ شہرہ آفاق تفسیر لاہوریؒ بھی دس جلدوں میں منظر عام پر متوقع ہے۔

## شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کا خطاب

بارانِ رحمت برس رہی ہے یہ آپ حضرات کیلئے نیک فال ہے، بارش سے بھی بنجر زمین تر و تازہ ہوجاتی ہے اسی طرح آپ بھی لوگوں کے دلوں پر محنت کرکے انہیں زندہ کریں گے، ان شاء اللہ جس طرح بارش سے آگ بجھ جاتی ہے یہ آپ حضرات کے حسن تفاول ہے آپ بھی معاشرے میں لگی آگ، بے حیائی، بے دینی کی آگ کو بجھائیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو مادر علمی سے اس باران رحمت کے ساتھ رخصت فرمارہا ہے۔آپ جب یہاں دارالعلوم حقانیہ سے جائیں گے تو سلیقے سے دلیل کی بنیاد پر دین کی خدمت کریں گے،معاشرے میں امن وسکون کے ضامن بنوں گے،آئین پاکستان کی پاسداری کریں گے، شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔ یہ ملک ہمارا ہے،علماء نے اس کے لئے قربانیاں دی ہیں لہٰذا ملک کے مقتدر اداروں کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں گے، اس ملک کی بقاء وترقی کے لئے جدوجہد اوردعائیں کریں گے، ہم مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے مشن کوزندہ کریں گے(ان شاء اللہ) آپ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے اخلاص کے لے کر جائیں آپ اخلاص کے پیکر ونمونہ تھے، یہ ان کے اخلاص کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مدرسہ کو اس مقام تک پہنچایا،مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے کردار کو ساتھ لے جائیں آج دارالعلوم کے درودیواران طلبہ کے لئے رورہی ہیں۔

میرے عزیزو! اس دارالعلوم کی بنیاد بہت اخلاص کے ساتھ رکھی گئی ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ اس کی ابتداء دورہ حدیث شریف کی کلاس سے ہوئی ہے، میں نے مولانا شمس الحق افغانیؒ سے سنا تھا کہ دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث کی کلاس کس طرح شروع ہوئی؟ آپؒ نے فرمایا کہ جب شاہ عبدالغنیؒ کا انتقال ہوا تو طلبہ اپنا بستر لے کر واپس جارہے تھے مولانا قاسم نانوتویؒ سے ملاقات ہوئی، آپ نے طلبہ کی خدمت کی ،طلبہ سے پوچھا کہ یہ دورہ اسباق کہاں پورا کریں گے؟ اگر چاہو تو میں پڑھوادوں؟ طلبہ کو یقین نہیں آیا کہ یہ کیسے ممکن ہوگا؟ مولانا نانوتویؒ نے فرمایا کہ آج پڑھ لیتے ہیں اگر آپ کی تسلی ہوئی تو یہاں رہ لینا ورنہ پھر چلے جانا۔جب مولانا نانوتویؒ نے اسباق شروع فرمائے تو طلبہ کو اپنے سابقہ رویے پر افسوس ہونے لگا اور وہیں ڈیرے ڈال دیئے یوں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث کی ابتداء ہوئی۔

آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ نے رقت آمیز دعا کے بعد فضلاء اور مہمانوں کو رخصت فرمایا۔

مفتی ذاکر حسن نعمانی
استاذ حدیث وتخصص جامعہ عثمانیہ پشاور

# طالبان کی فتح اور حکمرانی

حق اور باطل کی جنگ بہت پہلے سے چلی آرہی ہے، حدیث میں آتا ہے الحرب سجال اس کا مطلب ہے کہ کبھی حق والے جیتیں گے اور کبھی باطل والے لیکن بالآخر کامیابی حق اور اہل حق کی ہوگی ہر قسم کی فکری، اُخلاقی، عملی اور معاشرتی کمزوریوں اور بیماریوں کا علاج تبلیغ اور جہاد ہے، جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام پُرامن تعلیم وتبلیغ سے پھیلا ہے اور اس راہ میں رکاوٹوں کو جہاد کی قوت سے دور کیا گیا ہے۔ جہاد کا مقصد کسی کو مسلمان کرنا نہیں ورنہ جزیہ کا تصور نہ ہوتا۔ یہ الگ بات ہے کہ دوران جنگ کوئی اسلام قبول کرلے تو اس کو معاف کردیا جاتا ہے اور اس کا اسلام قابل قبول ہوتا ہیں، حدیث میں ہے: امرت أن أقاتل الناس حتی یقولوا لااله الااللّٰه

اس حدیث میں جنگ بندی کا ذکر ہے کہ لڑنے والا کلمہ پڑھ لے تو بات ختم، اسلام اور مسلمان جنگ پسند نہیں امن پسند ہے، لیکن ضرورت پڑنے پر مسلمان اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے لڑتا ہے۔ اسلام کا کلمہ بلند ہوگا جس کا لازمی نتیجہ کفر کا زور اور دبدبہ کا ختم ہونا ہے۔

جہاد افغانستان کی ایک لمبی تاریخ ہے، روس نے افغانستان پر ناحق حملہ کیا، پوری مسلم دنیا اس کے خلاف ہوگئی، علماء حق نے جہاد کا فتوی دیا، جن کے سرخیل دارالعلوم دیوبند کے عظیم سپوت، اپنے وقت کے مسلم الثبوت مفتی اور بے مثال سیاسی بصیرت رکھنے والے جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے عظیم لیڈر حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ تھے، جنہوں نے اپنے جہادی فتویٰ کے علاوہ پوری دنیا کے لوگوں کو جہاد افغانستان سمجھانے کے لیے آگاہی مہم بھی چلائی، اس جہاد میں افغانستان کے علماء، طلباء اور دیگر غیور مسلمانوں نے بھرپور حصہ لیا، جس کی قیادت علمائے حق کررہے تھے، ان مجاہدین کی دعاؤں، توجہات اور مشوروں کا مرکز دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تھا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور جنرل ضیاء الحق اس وقت زندہ تھے، جہاد افغانستان کے بعض نامور اور قدآور قائدین حقانیہ کے فاضل تھے، جنرل ضیاء الحق افغانستان کے جہاد کو پاکستان کی جنگ سمجھتے تھے، ان کی ریکارڈ تقریر موجود

ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ مجاہدین کی اپنی دعاؤں اور توجہات سے سرپرستی فرماتے تھے۔ اگر دارالعلوم دیوبند کا یہ کارنامہ ہے کہ انگریز کو ہندوستان سے نکال باہر کردیا تھا تو دارالعلوم حقانیہ کا یہ کارنامہ ہے کہ روس کو شکست دی کیونکہ اکثر مجاہدین دارالعلوم حقانیہ کے بالواسطہ یا بلا واسطہ فضلاء تھے ، جہاد جہاں بھی ہو تمام مسلمانوں پر ان کے دین کا حق ہے دفاع دین کی خاطر جان ومال کی قربانی دیں گے ۔روس کے خلاف جہاد کے نتیجہ میں روس کے چنگل سے ازبکستان کی اسلامی ریاستیں آزاد ہوگئیں اور مجاہدین کو طالبان گورنمنٹ کے نام سے حکومت مل گئی جو ایک مثالی اسلامی ریاست اور حکومت تھی جو صرف پانچ سال تک قائم تھی ،لیکن کفری دنیا کے لیے یہ بات نا قابل برداشت تھی ۔

شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحبؒ ایک ایسے مرد قلندر مجاہد تھے، جس نے عرب دنیا میں بھی طالبان کو متعارف کروا کر پوری دنیا کے توجہ کا مرکز بنادیا، آپ جہاد اور اسلامی حکومت کے زبردست حامی تھے، امریکہ نے جب افغانستان کے طالبان پر دہشت گردی کا الزام لگا کر حملہ کیا تو پوری دنیا امریکہ سمیت طالبان کی مخالف ہوگئی ،کئی لوگ ان کا ساتھ چھوڑ گئے لیکن حضرت مولانا عبدالحقؒ کے نامور فرزند اور پاکستانی سیاست کی قدآور شخصیت شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحقؒ نے طالبان کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ہر سیاسی پلیٹ فارم پر ان کی پرزور تائید اور سرپرستی فرماتے تھے جس کی وجہ سے آپ کا نام (Father of Taliban) طالبان کا باپ رکھا گیا۔

بہرحال! سقوطِ افغانستان کے بعد طالبان نے ہمت نہیں ہاری بلکہ امریکہ اور ان کی حامی افواج (نیٹو) کے ساتھ گوریلا جنگ کے علاوہ ہر قسم کی خطرناک جنگ جاری رکھی، روس نے بھی جارحیت کی تھی اور امریکہ نے بھی ،جس طرح بدر، احد اور اُحزاب میں کفار نے مدینہ پر چڑھائی کی تھی۔ اسلام اور مسلم ریاست کا دفاع مسلمانوں کا حق ہے، تاریخ گواہ ہے کہ ہر قسم کے حقوق کی جنگ لڑنے کیلئے سب سے زیادہ کوشش مذہبی لوگ کرتے ہیں، پھر ان کی قیادت میں عام مسلمان حصہ لیتے ہیں لیکن کفار نے مسلمانوں کی دینی قوتوں ، ولولوں اور جذبات کو مٹانے اور ٹھنڈا کرنے کیلئے مجاہدین مبلغین اور پکے مسلمانوں کے مختلف نام رکھے، بنیاد پرست ،انتہا پسند اور دہشت گرد وغیرہ لیکن سمجھدار لوگ جانتے ہیں کہ ایسی چالوں سے اسلام کا دِیا بجھتا نہیں بلکہ اور بھی روشن ہوجاتا ہے۔

## طالبان کی فتح

طالبان جمع ہے طالب کی، پشتو زبان میں علم دین حاصل کرنے والے کو طالب کہتے ہیں اور طالبان بطور جمع استعمال کرتے ہیں، پوری دنیا نے اس لفظ کو بدنام کرنے کی بھرپور اور سرتوڑ کوشش کی، لیکن

انہی طالبان نے اس کا سر پھوڑ دیا اور بالآخر کفری طاقتوں نے افغانستان سے فرار اختیار کی، امریکہ اور نیٹو افواج کی افغانستان سے فرار پر مجھے سورہ احزاب کی آیت بڑی اچھی لگی۔ غزوۂ احزاب میں بھی امریکہ اور نیٹو کی طرح کفار کی مختلف اقوام نے قریش مکہ کے ساتھ مل کر مدینہ پر چڑھائی کی تھی پھر فرار ہوگئے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا (الاحزاب:۲۵)
>
> ''اور جو لوگ کافر تھے، اللہ نے انہیں ان کے سارے غیظ وغضب کے ساتھ اس طرح پسپا کردیا کہ وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کرسکے، اور مومنوں کی طرف سے لڑائی کیلئے اللہ تعالیٰ خود کافی ہوگیا، اور اللہ بڑی قوت کا، بڑے اقتدار کا مالک ہے۔''

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ امریکہ اور نیٹو کو اللہ نے افغانستان سے بھگا دیا۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نہتے اور بے یار ومددگار طالبان نے انہیں کیسے شکست دی۔ جواب قرآن نے دیا کہ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ یعنی مؤمنین کی طرف سے حقیقت میں اللہ لڑتا ہے، امریکہ جیسی سپر پاور کی شکست پر لوگوں کو تعجب ہے، قرآن میں دو جواب ہیں :ایک وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ یعنی لڑائی کے لئے خود اللہ کافی ہے، معلوم ہوا کہ اللہ کا مقابلہ مشکل ہے۔اگرچہ افغانستان سے جاتے ہوئے قیمتی اشیاء کو لیزر کے ساتھ ضائع کردیا جواب کام کے نہیں۔

دوسرا جواب اللہ قوت والا اور زبردست ہے۔اس کی قوت کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا ،لوگ ظاہری قوت اور شان وشوکت سے مرعوب اور مرہوب ہوتے ہیں اور جن کی نظر اللہ تعالیٰ کی قوت وطاقت پر ہو وہ کسی سے نہیں ڈرتے ''مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی''۔طالبان طلبہ کرام نہیں بلکہ بہترین اور راسخین فی العلم علماء ہیں ،اب تو دنیا نے ان کی حکمت عملی ،سیادت وقیادت کو دیکھ اور سن لیا ہے، پورے افغانستان کو بڑے پرامن طریقہ سے فتح کرکے عام معافی کے اعلان کے ساتھ فتح مکہ کی یاد تازہ کردی۔ اب وہی کفری دنیا کے لوگ جو ان کو دہشت گرد سمجھتے تھے اور ان پر دہشت گردی کا لیبل لگا دیا تھا، اب کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ اچھے تعلقات بناؤ، ان کو دشمن نہ سمجھو، ان کو دشمن کے نام سے نہ پکارو ،اب ان کے پاس کوئی معقول جواب نہیں ۔ امریکہ اور اس کے حواریوں نے بیس سال افغانستان میں رہ کر طالبان سے جنگ کی، اس میں کیا کمایا اور کیا کھویا،

دہشت گردوں کو اب کیوں اچھے لوگ سمجھ رہے ہو دنیا کے جی سیون والے طالبان گورنمنٹ کے ساتھ اچھے تعلقات کی سوچ رہے ہیں کیونکہ ان کو خوف اور ڈر ہے کہ اگر ان کے ساتھ چین، روس اور پاکستان کے تعلقات مضبوط ہوگئے تو ایک بڑی قوت بن کر ہمارے لیے کہیں خطرہ ثابت نہ ہوں۔ نیز امریکہ اور دیگر اتحادی ممالک کے عوام کو بھی چاہیے کہ اب اپنی اپنی حکومتوں سے پوچھیں، افغانستان میں آپ نے کیا کمایا اور کیا کھویا، ان ممالک نے افغانستان میں برائے نام دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہزاروں ارب ڈالر خرچ کیے، نتیجہ کیا نکلا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ (الانفال:۳۶)

''جن لوگوں نے کفر اپنالیا، وہ اپنے مال اس کام کے لیے خرچ کر رہے ہیں کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکیں، نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ لوگ خرچ تو کریں گے مگر یہ سب کچھ ان کیلئے حسرت کا سبب بن جائیگا اور آخر کار یہ مغلوب ہو جائیں گے، اور (آخرت میں) ان کافر لوگوں کو جہنم میں اکٹھا کر کے لایا جائے گا۔''

ان کفار نے دہشت گردی کی نام نہاد جنگ میں ہزاروں ارب ڈالر خرچ کیے لیکن کامیاب نہ ہوسکے حسرت سے مغلوب ہی رہے، اب کفِ افسوس مَل رہے ہیں، ہر قسم کا قیمتی جنگی اسلحہ اب طالبان کو غنیمت کی صورت میں مل گیا ہے۔

کفری ممالک کی عوام اور ساری دنیا کے لوگوں کو چاہیے کہ اپنے حکام سے یہ پوچھیں کہ دنیا میں ہر نظام کی آزادی ہے تو اسلامی نظام کیوں نہیں چلنے دیتے؟ جو سراسر امن و آشتی کا مذہب ہے، اس پر اسلامی حکومتوں کی تاریخ گواہ ہے، نیز جمہوریت کا بھی تقاضا ہے کہ اگر دنیا میں ہر قسم کا نظام چل سکتا ہے تو مذہبی لوگوں کو اسلامی نظام قائم کرنے کیوں نہیں دیتے، کفری اقوام اور اقلیت والوں کو ان کے مذاہب سے زیادہ اسلام نے حقوق دیئے، حقوق کا زیادہ اور صحیح تصور تو اسلام نے پیش کیا، بقیہ مذاہب تو سیکولر بن چکے ہیں، سیکولرزم میں کسی مذہب کی پابندی نہیں ہوتی، اسلام تو ایک ایک ذرہ کو اپنا حق دیتا ہے کسی کا حق دباتا نہیں ہاں! اگر کوئی اسلام کو دبانا چاہے تو خود دب کر رہ جاتا ہے۔

## مذہبی حکومت

مذہب نے ہمیں حکمرانی بھی سکھائی ہے اسلام صرف عبادات کا نام نہیں ،اسلام بڑا جامع مذہب ہے بعض لوگ مذہب اور سیاست کو الگ الگ سمجھتے ہیں لیکن اسلام میں سیاست اور حکومت کے لئے بھی واضح ہدایات ہیں حکومت یا تو مذہبی علماء کریں گے یا ان کی اسلامی ہدایات کے مطابق اور لوگ کریں گے جس طرح پورے اسلام پر لوگ عمل مذہبی علماء کی ہدایات پر کرتے ہیں لہٰذا طالبان کو مذہبی لوگ سمجھ کر حکومت کا حق نہ دینا اسلام ،عقل اور جمہوریت کے خلاف ہے ، کیا خلفائے راشدین اور سلاطین اسلام مذہبی لوگ نہیں تھے، دنیا تو اللہ تعالیٰ نے مذہبی لوگوں کے لیے پیدا کی ہے، بدمذہب اور لامذہب تو مذہبی لوگوں کی برکت سے جی رہے ہیں، کفار اور اغیار کا خیال یہ ہے کہ شاید دنیا مضبوط معیشت اور سیاست کی وجہ سے آباد ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بڑی بڑی مضبوط اقوام کو نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کیا ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کے نام اور مذہبی لوگوں کی برکت ہے کہ دنیا میں فساق اور کفار ہر قسم کے گناہ کررہے ہیں لیکن پھر بھی کلی عذاب سے محفوظ ہیں، اسلامی نظریہ سیاست وحکومت کو سمجھنے کیلئے بندہ کی بہترین کتاب ''اسلامی نظریہ سیاست وحکومت'' کا مطالعہ کافی ہے،اس کتاب میں قرآن وحدیث سے براہ راست موضوع سے متعلق احکامات ہے۔

## اپنوں کی مخالفت

اللہ تعالیٰ نے طالبان کی مدد فرمائی ہے اورانہیں فتح افغانستان کے ساتھ حکمران بھی بنا دیا ہے لیکن کچھ اپنے اوراوراغیار ان کو نئے ہتھکنڈوں سے گرانے اورناکام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ان پروپیگنڈوں میں آزاد اور بے لگام میڈیا کا بڑاحصہ ہے، ہمارے اپنے مادہ پرست اور دنیاپرست طالبان کے ہراسلامی اقدام کی مخالفت کررہے ہیں، پتہ نہیں ان مسلمانوں کو کیا تکلیف ہے اوراسلام سے کیوں اتنی الرجک ہے۔ یہ دنیاپرست اسلاموفوبیا(اسلام سے وحشت،خوف اور بیزاری) کے مریض ہیں۔ مذہب بیزاری تو حیوانیت کا دوسرا نام ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ"

''اسلام سے بھاگنے والا ذاتی بیوقوف ہوتا ہے۔اسلام میں تو چین،سکون اورامن ہے۔''

## خوش ہونا

مسلمانوں کو چاہیے کہ پوراعالم اسلام اس دن کو یوم فتح اورخوشی کا دن منانا شروع کردے،

اہل کتاب رومیوں کی ایران کے آتش پرستوں سے جنگ تھی، ایرانیوں کا پلہ بھاری تھا، جس کی وجہ سے قریش مکہ خوش تھے اس لیے کہ دونوں اہل کتاب نہیں تھے، جب کہ مسلمانوں کو رنج تھا، کہ روم ہارر ہا ہے، اس لیے کہ وہ اہل کتاب تھے، لیکن جب رومیوں کو فتح ملی تو مسلمان خوش ہوئے ''وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْن''، رومیوں کا اہل کتاب ہونے کی مناسبت سے مسلمان خوش ہوئے حالانکہ رومی کافر تھے، لیکن آج بعض مسلمان خالص مسلم طالبان کی کامیابی پر خوش نہیں، یہ عجیب بات ہے، ہمیں تو ہر طرح کی جائز خوشی منانی چاہیے۔

تمام مسلمان بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ پوری دنیا کے کفار مرعوب اور مقہور ہو گئے ہیں۔ طالبان سے اسلام کا بول بالا ہو رہا ہے، ابھی تک تو یہی مسلمان امریکہ کو پوری دنیا کا بے تاج بدمعاش سمجھتی تھی، لوگ امریکہ کو بدعائیں دیتے ہیں، اب جب امریکہ کو اللہ تعالیٰ نے طالبان کے ہاتھوں رسوا کر دیا، ان کی طاقت اور بدمعاشی کو زبردست دھچکا لگ چکا تو ناسمجھ مسلمان طالبان کی مخالفت کر کے دوبارہ اپنے دشمن امریکہ کی ہمت بڑھا رہے ہیں۔ کفار کیا سوچ رہے ہوں گے کہ مسلمان خود اپنے مذہب اور مذہبی لوگوں کو نہیں چاہ رہے، یہ تو دوبارہ ان کفار کو اور ان کے نظام کو اپنانے کی دعوت دے رہے ہیں۔

## کفار کی چال

امریکہ، کنیڈا، جرمنی، فرانس اور انگلینڈ وغیرہ نے بڑی فراخ دلی سے نیٹو کے حمایتی افغانوں اور دیگر افغان باشندوں کو ہر قسم کی روک ٹوک کے بغیر اپنے اپنے ملک میں بسانے کی صرف پیشکش نہیں کی بلکہ عملاً جہاز بھر بھر کر لے جا رہے ہیں، بہت افسوس ہے افغانی باشندوں پر کہ اپنی جانوں کی پروا کیے بغیر ان پُرکشش کفری ممالک کی طرف دھڑا دھڑ جا رہے ہیں، ان کے تئیں اس دل آویز عمل میں کئی لوگ لقمہ اجل بن گئے، بعض دھماکوں میں مر گئے، یہ لوگ سوچتے نہیں کہ یہ تو وہی کفار ہیں جنہوں نے ان کے بچوں، عورتوں اور نوجوانوں پر بمباری کر کے ہلاک کیا تھا، ان کے ملک پر زبردستی قابض تھے، افغان باشندوں کو چاہیے تھا کہ امریکہ اور نیٹو کے خلاف جلسے جلوس کرتے اور نکالتے کہ ہمارے ملک سے نکل جاؤ، لیکن آج وہ اپنے اور اسلام دشمنوں کی پیشکش پر لبیک کہہ کر پروانوں کی طرح اپنے آپ کو نچھاور کر رہے ہیں۔ آج ان جی سیون (G-7) ممالک کو کورونا اور SOPs کی پروا نہیں، کہ یہ تو ریڈ لیسٹ والے ہیں، یہ کیسے ان لوگوں کو اپنے وطن میں بسا رہے ہیں۔ کیا اس سے کورونا بڑھنے کا خطرہ نہیں۔ کیا یہ ہمدردی ہے کہ ان لوگوں کو جہاز سے گرا رہے ہیں، یہ

ہمدردی نہیں بلکہ سیاسی چالیں ہیں، پھر بھی مادہ پرست مسلمان ان ممالک کو جنت سمجھ کر ان کو قبول کررہے ہیں۔

مادہ پرستوں کی دنیا پرستی کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں کیا ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ میں تمہارے بارے میں شرک سے نہیں ڈرتا بلکہ دنیا کی بہتات سے ڈرتا ہوں، اور تم دنیا کی حرص شروع کردو گے۔ آج دنیا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے عملی مظاہر دیکھ لیے ہیں۔ کفار لوگوں کو بتارہے ہیں کہ دیکھو طالبان کو لوگ پسند نہیں کرتے، کیسے دھڑا دھڑ اپنا وطن چھوڑ کر ہمارے وطن کو قبول کررہے ہیں، نہ جان کی فکر ہے اور نہ ایمان کی، صرف مال اور جاہ کی خاطر اپنا وطن چھوڑ رہے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ ان افغان باشندوں نے روسی مظالم کی وجہ سے افغانستان سے ہجرت کی تھی، آج دنیا کے لیے ہجرت کررہے ہیں۔ کاش یہ خود سمجھ جائیں یا ان کو کوئی سمجھائے۔

## طالبان حکومت کیسے چلائیں

طالبان کو اللہ تعالیٰ نے حکومت دی ہے تو حکمرانی بھی سکھلا اور سمجھا دیں گے لیکن پھر بھی چند ضروری اصولی باتوں کی طرف توجہ ضروری ہے:

(۱) عام رعایا کی جان، مال اور دین کا تحفظ (۲) دینی تعلیمی اداروں کا اعلیٰ سطح پر قیام

(۳) مختلف زبانوں میں تمام عصری علوم کی تعلیم کیساتھ ان کی بھرپور دینی تربیت کرنا اور بڑی بڑی یونیورسٹیاں قائم کرنا اور ساتھ اسکولز و کالجز کا نظام (جس کیلئے عصری ماہرین تعلیم سے مشاورت کرنا)

(۴) علاج معالجہ کی سہولیات، ساتھ ساتھ ہسپتالوں کے انتظام وانصرام کو مضبوط سے مضبوط بنانا۔

(۵) عادلانہ ٹیکس کا نفاذ، عشر و زکوۃ کے معاملات کے لیے شفاف نظام کے قیام کی بھرپور کوشش کرنا

(۶) حکومتی سطح پر اسراف اور عیاشی ختم کرنا۔ (۷) اسلامی دستور اور قوانین مرتب کرنا

(۸) اسلامی معیشت میں اسلامی بینکاری اور اسلامی تکافل کی طرف توجہ دینا

(۹) مساجد سے عوام کی ہر قسم کی دینی راہنمائی کرنا (۱۰) عدالتی انصاف اور انتظام قضا، نافذ کرنا

(۱۱) اسلامی چینل سے کفار اور اغیار کو صحیح اسلامی پیغام رسانی (الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے، تاکہ بیرون دنیا ان کے اسلامی فیصلوں سے باخبر رہے)

(۱۲) اسلامی حکومت کے دوام واستحکام کے لیے مسلسل اہل افراد تیار کرتے رہنا۔

(۱۳) اسلامک کلچر کو ہر سطح پر قائم کرنا (۱۴) تبلیغی جماعت کو مضبوط کرنا

(۱۵) مخالفین کے ساتھ نرمی اور حکمت عملی کے ساتھ نمٹنا

(۱۶) اہم امور کے لیے شوریٰ کا قیام

(۱۷) آخری اور اہم گزارش اور مشورہ ہے کہ عوام کو ہر قسم کی سہولیات مہیا کرنے کی کوشش کرنا

## مشورہ کے آداب

مشیر اہل اور مخلص ہوں اور جس معاملہ کا مشیر ہو اسے اس فیلڈ (میدان) میں کامل دسترس حاصل ہو۔

(۱) رائے حکم کے انداز میں نہ ہو کہ ایسا کرو، بلکہ یوں کہیں اگر ایسا ہو جائے تو بہتر ہوگا۔

(۲) دوسروں (مشیروں) کی رائے کو نہ کاٹیں کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں۔

(۳) رائے میں خودغرضی نہ ہو یعنی ایسی رائے دینا جس میں اپنا فائدہ ملحوظ ہو۔

## عالم اسلام کے مسلمانوں کی ذمہ داری

عالم اسلام کے مسلمانوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ طالبان کی عظیم قربانی کو ضائع نہ کریں، ان کی حمایت کے ساتھ ساتھ ان کے خلاف غلط پروپیگنڈوں کو چھوڑ دیں۔ تمام اسلامی حکومتوں کو چاہیے کہ طالبان گورنمنٹ کو فوری طور پر تسلیم کر کے ان کو اپنی امداد کے ساتھ مضبوط کریں اگر کفار ایک دوسرے کے اتحادی بن سکتے ہیں تو مسلمان، مسلمان کا اتحادی کیوں نہیں بن سکتا حالانکہ تمام مسلمانوں کی مثال تو جسد واحد کی طرح ہے ۔ بدن کے ایک حصہ کو تکلیف ہو تو پورا بدن تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تمام مسلم ممالک کو چاہیے کہ طالبان گورنمنٹ کے ساتھ سفارتی تعلقات بحال کر کے ہر قسم کی مالی امداد کریں۔

## دعا

ہر مسلمان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ طالبان گورنمنٹ کے دوام، استحکام، وسعت اور برکت کے لیے ہر وقت دعا گو رہے، اور اپنی خدمات پیش کرے۔آخر میں بندہ اپنے استاذ عالم اسلام کے عظیم مذہبی رہنما شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کو خراج تحسین پیش کرتا ہے، جنھوں نے طالبان حکومت کو اپنی خدمات کی پیش کش کی ، اللہ تعالیٰ افغان طالبان اوران کے ہر قسم کے حامیوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مفتی احسان الرحمٰن عثمانی
مدیر ماہنامہ ''العصر'' پشاور

# ماہنامہ ''الحق''خصوصی اشاعت بیاد شہید اسلام وناموس رسالتؐ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق قدس اللہ سرہ

ماہنامہ ''الحق'' کا خصوصی نمبر بیاد امام الشہداء استاذ العلما حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ آپ کے ہاتھوں میں ہے، جب سے اس پر کام کا آغاز ہوا اس وقت سے انتظامیہ کی وساطت سے گاہے بگاہے معلومات ملتی رہتی تھیں اور ایک موقع پر محترم مدیر مکرم ماہنامہ ''الحق'' حضرت مولانا حافظ راشد الحق سمیع صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت شہیدؒ کے تلامذہ، محبین اور عقیدت مندوں کے گراں قدر تاثرات بہت زیادہ ہیں، تاہم ہماری کوشش ہے کہ اس کو بجائے تین ہزار صفحات کے دو ہزار صفحات پر حتمی کریں، یہ بات لکھنے والے جانتے ہیں کہ اگر ایک طرف مضمون کو طویل کرنا ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے تو غالباً اس سے زیادہ مشکل بات یہ ہوتی ہے کہ لمبے مضمون کو مختصر مگر جامع کیسے کیا جائے، مجھے انتظامیہ کے گفتگو سے یہ اندازہ ہورہا تھا کہ وہ گویا اس مشکل مرحلہ سے گزر رہے ہیں جس میں وہ بحمد اللہ ہر لحاظ سے کامیاب دکھائی دے رہے ہیں۔

وقتاً فوقتاً ادارہ ''موتمر المصنفین'' کی جانب سے جب اس کا اشتہار پڑھتا تھا تو بے ساختہ انتظار کی گھڑیاں گنتا رہا حتیٰ کہ وہ لمحہ بھی میسر آیا اور نوید سحر پہنچی کہ ماہنامہ ''الحق'' کا خصوصی اور عالیشان نمبر چھپ کر منصۂ شہود پر آ گیا اور مزید خوشی اور مسرت کی بات یہ ہے کہ حضرت شہیدؒ کی شہادت کے دن کی مناسبت سے یعنی ۲ نومبر ۲۰۲۱ء کو اس نمبر کی تقریب رونمائی بھی طے ہوچکی ہے، پشاور میں واقع دلہ زاک روڈ پر شاہی پیلس میں اس عظیم الشان شخصیت کے کارہائے نمایاں کو خراج عقیدت وتحسین پیش کرنے کیلئے علماء اور اساطین علم وفضل مجلس کو رونق بخشیں گے اور ایک یادگار محفل جمے گی۔

مجھے ادارہ ''موتمر المصنفین'' کی ان تمام تر مساعی جمیلہ اور محنت شاقہ پر کئی حوالوں سے جو قلبی سرور وفرحت محسوس ہوتی ہے، اس کے ہر زاویے پر حضرت شہیدؒ کی تصویر اور عکس کامل کے پرتو

نظر آ رہی ہے، یہ تمام تر بے قراریاں جس شخصیت نے نا مساعد حالات کسمپرسی کے عالم اور پسماندگی کے جس دور میں شروع کیے تھے، وہ ہر لحاظ سے ایک مبارک سلسلہ تھا، جس کو آج ان کے جگر گوشوں اور تلامذہ نے چار چاند لگائے، آپ کی شخصیت اس لحاظ سے ایک کرشماتی شخصیت تھی کہ کسی بھی کام کو محض اس میں مشکلات اور پریشانیوں کی بھوت پر چھوڑنے کے قائل نہیں تھے، آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ جس زمانے میں وہ قلم وقرطاس اٹھا رہا ہے اور جن لمحات میں آپ ڈائری لکھنے جا رہے ہیں وہ کیا عمر ہے؟ کہ جس میں یہ کام کیا جائے، میرے خیال میں یہ تکوینی اعتبار سے آپ کے لیے تائید غیبی تھی، آپ کا یہ کہنا کہ میری بچپن میں توجہ کا مرکز حضرت والد مکرم کا وہ سبز تھیلا ہوتا تھا کہ جس میں آپ کے پاس ملک اور بیرون ملک سے خطوط آتے تھے بس یہی ان کا کل سرمایہ کائنات اور جان سے زیادہ عزیز چیز تھی، یہ مزید قدرت کی جانب سے آپ کے لیے ماحول اور توفیق کی فراہمی کی سبیل تھی، پھر مزید قدرت کا یہ کرشمہ کہ پشتون ماحول میں اس لحاظ سے بھی کسی عجوبہ سے کم نہیں کہ جہاں علوم وفنون پر ید طولی رکھنے والوں کی کمی یقیناً نہیں، اظہار مافی الضمیر کو تقریر کا جامہ پہنانے میں بھی عموماً کوئی دقت محسوس نہیں کرتے، مگر جب باری آتی ہے تحریر اور نقوش کی تو شاید ایسے میں وہ اس میدان سے زیادہ مانوس دکھائی نہیں دے رہے ہیں، اس قسم کے ماحول میں شاید قلم اٹھانا کسی عظیم جہاد سے کم نہیں، حضرت مخدومنا المکرّم شہیدؒ نے ایک ایسے وقت میں لکھنے کا بیڑہ اٹھایا، آپ کی اوائل زندگی سے متعلق یہ بات بھی بڑی عجیب سی لگ رہی ہے کہ آپ نیا سکول کی بمشکل پانچ جماعتیں پڑھی ہیں، اس سلسلے کی تکمیل کی بھی آپ نے کوئی زیادہ اہتمام نہیں کیا اور نہ ہی بعد میں دوسری عصری ڈگریوں کے حصول میں دلچسپی لی مگر بایں ہمہ آپ کو تاریخ کے اوراق نے بجا طور پر علماء دیوبند کے سرخیل میں موقر ادیب، جانکاہ لکھاری اور تحریر وانشا کے میدان میں ایک معتبر نام قرار دیا۔

مملکت پاکستان اور بالخصوص صوبہ خیبر پختونخوا میں جہاں بھی علمی حلقے میں تحریر ومضمون اور لکھنے کی بات ہوگی اس کا مبارک سلسلہ کسی نہ کسی زاویے پر حضرت شہیدؒ سے ملتا ہوا ہوگا، ایک مجلس میں حضرتؒ کے ساتھ گفتگو کے دوران بات چلی امام لاہوریؒ کی تفسیر سے متعلق تو حضرتؒ نے فرمایا کہ جس زمانے میں دورہ تفسیر کے دوران میں نے حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں حاضری دی تو اس وقت آپ نے نہایت شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے ڈھیروں توجہات سے نوازا، دوران درس آپ گاہے بگاہے میرے حوالے سے ارشاد فرماتے، کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا احسان ہے کہ ان کے لائق فائق فرزند درس میں باقاعدگی سے حاضری دے رہا ہے اور تمام درس کو قلم بند بھی

کررہا ہے، شاید اس مرد قلندر کی توجہ تھی کہ آپ کو اپنی زندگی میں انکی تفسیر پر کام کرنے کا موقع ہاتھ آیا

آج ماہنامہ ''الحق'' کی یہ خصوصی اشاعت حضرت شہیدؒ کی اس محنت کا تسلسل اور قبولیت کی مرہون منت ہے، آپ نے جو پودے لگائے وہ تمام کے تمام آپ کی آبیاری کے باعث نہ صرف پھل دار درخت اور سرسبز وشادابی کا باعث ہے بلکہ اصلها ثابت وفرعها في السماء کا مصداق بن چکا ہے، ایک موقع پر حضرت شہیدؒ کے ساتھ ان کے دفتر اہتمام میں کسی کام کے سلسلے میں حاضری دی، گفتگو کے دوران آپ نے میرے والد مکرم حضرت مفتی غلام الرحمٰن صاحب اور حضرت مولانا عبد القیوم حقانی صاحب کے حوالے سے فرمایا کہ ان دونوں میں خوابیدہ صلاحیتیں ودیعت تھیں، تاہم ضرورت اس بات کی تھی کہ ان کو حوصلہ ملے، آپ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ بس صلاحیتیوں کو آگ لگانی تھی، بحمد اللہ ادارہ موتمر کے پلیٹ فارم سے ان کو جو حضرت شہیدؒ کی تربیت ملی، آج اس سے ایک عالم سیراب ہورہا ہے، مجھے موتمر کے حوالے سے حضرت شہیدؒ کا یہ انداز بڑا عجیب محسوس ہوا، کہ آپ نے باقاعدہ ہر نئی کتاب چھپتے وقت اس کے ٹائٹل کے سرے پر سلسلہ مطبوعات ''موتمر المصنفین'' نمبر لگائے ہیں، گویا کوئی بھی کتاب چھپتی تو وہ آپ کے لیے وہی حیثیت رکھتی اور قلبی فرحت وسرور کا وہی عالم ہوتا جو کہ ایک باغبان کو اپنے باغ کی سرسبز وشادابی پر ہوتی ہے، مجھے آج اس کے تناظر میں یہ یقین ہے کہ یہ خصوصی اشاعت چھپنے میں جب ان کے جگر گوشہ حضرت مولانا راشد الحق صاحب اور آپ کے فکر ونظر کے ترجمان، حقانی برادری کے فخر حضرت مولانا عبد القیوم حقانی صاحب کی جہد مسلسل شامل ہے تو ان کی روح جھوم اٹھی ہوگی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کیا۔

میں آج حضرت شہیدؒ کے زندگی پر لکھنے والوں کی یہ فہرست جب پڑھتا ہوں تو چند گنے چنے معمر شخصیات کے علاوہ باقی تمام حضرت شہیدؒ ہی کے خوشہ چین ہیں بلکہ حضرت شہیدؒ کے دیرینہ صدیق حمیم اور جوانی کی پرجوش یادوں کے امین حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا یہ جملہ یاد ہے کہ آپ نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں فرمایا: ''اللہ نے ان کو میرے لیے ہر کام میں پیشرو بنایا تھا، وہ مجھ سے پہلے درس نظامی سے فارغ ہوئے، مجھ سے پہلے انہوں نے ماہنامہ ''الحق'' کا اجرا کیا، مجھ سے پہلے انہوں نے تجدد اور جدت پسندی کے خلاف ''الحق'' کے ذریعے قلمی جہاد شروع کیا، ہر کام میں وہ میرے پیشرو تھے۔'' اس کی مزید تائید مجھے ایک اور حوالے سے یوں ملی کہ میرے استاذ مکرم حضرت مولانا حسین احمد صاحب (ناظم تعلیمات جامعہ عثمانیہ پشاور) نے ایک موقع پر

دورانِ گفتگو حضرت شہیدؒ کی تحریر کے حوالے سے فرمایا کہ جامعہ فاروقیہ کراچی میں دورانِ تدریس مجھے استاذِ مکرم حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئیؒ نے میرے کمرے میں مجھے دو رسالے ماہنامہ ''الحق'' اور ماہنامہ ''البلاغ'' تھما کر ارشاد فرمایا کہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے انتقال پر دونوں نے اداریے تحریر کیے ہیں، آپ ایک صحرانشین پٹھان کی تحریر بھی پڑھ لیں اور ایک ہندوستانی ماحول میں پلنے بڑھنے والے کو بھی۔

میرے والد مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ نے ایک موقع پر مجھے آپ کی تحریری دورانیہ میں باڈی لینگویج کے بارے میں بتایا کہ آپ کی تحریر کے دوران غایت تفکر کی علامت زبان کو دونوں داڑھوں میں مضبوطی کے ساتھ تھام کر لکھنے کا تھا، گویا جو کچھ لکھا تپاک جان سے لکھا، جو کچھ لکھا وہ آئندہ ضرب المثل بنا اور ہمیشہ کسی نئی موتیوں کے لیے غوطہ زنی دکھائی دیا۔

ایک موقع پر بقرعید کی چھٹیوں میں عید سے دو دن قبل آپ کے ہاں حاضری ہوئی، اپنے ادارہ موتمر کے دفتر میں محترم کمپوزر (جناب بابر حنیف صاحب) کے پاس کچھ اصلاح وترمیم میں مصروف عمل تھے، بظاہر میں نے محسوس کیا کہ آپ چھٹیوں کے اس موقع پر بھی برابر عمل جاری رکھے ہوئے ہیں اور صرف یہ نہیں بلکہ پگڑی بھی بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ باندھے بغیر صرف سر پر رکھا ہوا تھا اور پاؤں میں بھی گھر کے وضو کی چپل پہنے ہوئے بے قراری کے عالم میں مضمون اور جملوں کی نوک پلک درست فرما رہے ہیں، اس دوران حضرت شہیدؒ نے مجھ سے فرمایا کہ آج طرح طرح کی کتابیں صرف اس پر لکھی جارہی ہے کہ یہاں کومہ ڈالدو، یہاں فل سٹاف لگاؤ، یہاں پیراگراف بنائیں، یہاں کا آغاز یوں لو اور یہاں کا اختتام یوں کرو، میرے خیال میں جب مضمون کے اندر سلاست اور جملوں کی ساخت اور الفاظ کا چناؤ مناسب ہو تو ان رموز کی رعایت نہ کرنے سے کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا میں نے دل میں محسوس کیا کہ شاید کسی صاحب بحر کو جس کے پاس سمندر جیسی روانی ہو اس کے لیے یہ یقیناً کوئی رکاوٹ کا باعث نہیں مگر میرے جیسے طالب علم کے لیے اس قسم کے رموز سے واقفیت کے بغیر آگے بڑھنا مشکل ہے۔

حضرت شہیدؒ سے متعلق مجھے اس کے موتمر کے حوالے سے قریبی رفقا کا اور ان کے صاحبزادے مولانا اسامہ سمیع صاحب کی زبانی یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ زیادہ تر رات کے سناٹے میں تحریر کا کام کرتے تھے، دن بھر تدریسی، انتظامی اور سیاسی نوعیت کی تمام تر مصروفیات نمٹانے کے بعد یہ معمولات اولوالعزم ہی کی نشانی ہے، ایسے میں شاید آپ کو کھانے پینے کی بھی وہ فکر نہیں ہوئی جو

عموماً ہوا کرتی ہے ،بس رات دیر سے جو کچھ گرم،سرد میسر آیا اس کو کھا کر اپنی ضرورت پوری کرلی ،لکھنے کے شغف کے حوالے سے آپ حضر وسفر میں یکساں ذوق رکھتے تھے،حتیٰ کہ شہادت سے مختصر عرصہ قبل آپ نے جب راولپنڈی میں عارضہ قلب کی بنیاد پر آپریشن کیا تو اس دوران بھی آپ تفسیر اور دوسرے کام کو نمٹانے میں برابر مصروف عمل رہے ۔

مجھے آج ان تمام حوالوں سے جب ماہنامہ ''الحق'' کا یہ خصوصی نمبر سامنے ہے، تو اسکی ہر سطر اور لکیر اور ہر صفحے پر مجھے حضرت شہیدؒ کی ہمیشہ کی بیقراریاں آنسو کی بوندیں بن کر نظر آرہی ہیں ،آپ کو میں نے جب بھی دیکھا تو کسی نئے محاذ کو سر کرنے میں متحرک اور بے قرار دیکھا۔

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

ماہنامہ ''الحق'' کی اس خصوصی اشاعت کی ترتیب حسب ذیل ہے۔جلد اول: ضخامت ۵۶۵ صفحات (باب اول: نقش آغاز سے لیکر نقوش حیات، باب دوم: سیرت وکردار، اوصاف وکمالات، باب سوم: علمی جامعیت فضل وکمال اور تقدس وعظمت، باب چہارم: اہل قلم وارباب صحافت)

یہ تمام عنوانات جامعیت ، ہمہ گیریت اور باوقار طریقے کے ساتھ ترتیب دیئے گئے ہیں، شخصیات اوران کی افکار کو مناسب جگہ فرق مراتب اور شخصیت کے حوالے سے مناسب توضیح وتوشیح میں تعارف بھی ہے، ہر ایک کی بلند پایا خدمات کے باعث القابات اور خطابات بھی دیے جاچکے ہیں،ان تمام میں اگر ایک طرف حضرت شہیدؒ کی بے پناہ وسعت ظرفی کا عکس نمایاں ہے، تو بے ساختہ خوشی ہورہی ہے کہ وہ مقام ومرتبت پسر باکمال کو بھی من وعن منتقل ہوا ہے ۔قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ کے مضمون سے قبل حاشیہ پڑھتے ہوئے حضرت مدیر مکرم مدظلہ نے اپنے دل و دماغ کے حقیقی سوچ وفکر کا جو القا کیا ہے، اس میں نہایت بانکپن ، متانت وسنجیدگی اور شخصیت کی تعمیر کے اثرات چھلک رہے ہیں ،اللہ کرے کے حضرت کی اس فکر کو اس کے خانو ادہ کے ہر فرد کے دماغ وقلب میں ایک ہی خاکہ اور ایک ہی تصور کی جلا ملے تو اس سے نہ صرف علمی حلقے کا حسن اور جھومر بڑھے گا بلکہ عصر حاضر کے بے شمار فتنوں اور آزمائشوں کو ایک مناسب لگام اور اپنی موت مرنے کا سبق بھی مل سکتا ہے، مضامین، عنوانات اور مندرجات میں ہر شخصیت کی تحریر میں ایسی سلاست اور روانی ہے کہ جی بھرنے کا نام نہیں لیتا ،اور ویسے بھی ہر ایک نے جس حقیقت پسندی کا جائزہ لیا ہے اور

محبوب کی دلربائی کو پیش کیا ہے وہ یقیناً حضرت شہیدؒ کے واقف کار ہی جانتے ہیں، بہت سارے حقائق وہ بھی ہیں کہ جو مختلف النوع شخصیات کی زبانی ہمیں مل رہی ہے، کتاب کے آخر میں حضرت کی علمی اسانید صحیح بخاری اور جامع ترمذی کا نسخہ، دفتر موتمر اور ''الحق'' کی تصاویر ساتھ ہی خانوادہ حقانیہ کی آخری آرام گاہ اہل ذوق کے لیے سرمایہ دل ہے۔

جلد دوم: ضخامت ۵۵۶ صفحات (باب پنجم: اہل علم ودانش کی نظر میں، باب ششم: قومی، ملی، سماجی، سیاسی وپارلیمانی خدمات، باب ہفتم: سفر آخرت)

آغاز ہی جس شخصیت کی پاکیزہ اور اخلاص سے لبریز انداز میں کیا گیا ہے، اس کا ہر ایک صفحہ اور ہر سطر مسلسل درس عبرت ہے کہ بلندیوں پر فائز ہونے کے لیے جان کھپانے کی ضرورت پڑتی ہے، حضرت شہیدؒ کی دارالحدیث سے لے کر ملک کے ایوانوں تک صدا گونجنے میں جو حکمت وبصیرت رہی اور جس طرز عمل کو آپ نے اپنایا، وہ آج ہر عالم دین اور مبلغ دین اسلام اور سیاسی زعما وقائدین کے لیے مشعل راہ ہے، آپ کی سفر آخرت کے حوالے سے گراں قدر نقوش اور اس میں متنوع حوالوں سے فضائل ومناقب اور سب سے بڑھ کر آپ کی شہادت کا خلعت فاخرہ آپ کی عمر بھر بے قراریوں اور مجاہدین اسلام کی امامت وسیادت کے فرائض سرانجام دینے کی بدولت ہے، آخر کار جس شخصیت نے زندگی کا بیشتر حصہ امام بخاریؒ کے مغازی کا درس دیا ہو اور دفاع پاکستان وافغانستان کونسل کے پلیٹ فارم سے ہمہ وقت اور ہر موسم میں یکساں جہاد کی عظمت کا علم بلند کر رکھا ہو، وہ آخر کار بغیر اس سعادت کے حصول کے کیسے رخصت ہو۔

اخیر میں تصاویر کی گیلری میں حضرت شہید سے منسوب قدیم جامع مسجد کا صدر دروازہ جس پر اکابرین امت کے اسمائے گرامی محفوظ ہیں، آپ کے خصوصی ذوق کی عکاسی ہے، علم عمل کا کوئی گوشہ ہمیشہ آپ کی توجہ کا محور رہا ہے، دارالحدیث میں آپ کی مسند، گھر میں ذاتی لائبریری اور اس میں کتابوں کا سلیقہ، عنوانات کا انتخاب اور آپ کے دور اہتمام میں دورہ حدیث کے شرکا کے لیے رہائش گاہ اور جامعہ کی مرکزی لائبریری اور ادارہ موتمر اور ''الحق'' کے علاوہ حقانیہ ہائی سکول کی تمام یادگار آج ایک بار پھر حضرت شہیدؒ کی یاد میں بے ساختہ قدس اللہ سرہ، نور اللہ مرقدہ اور خدا رحمت کند این عاشقان کا باعث ہے۔

جلد سوم: ضخامت ۵۸۱ صفحات (باب ہشتم: جہاد افغانستان، تحریک طالبان اور حضرت شہیدؒ کا مجاہدانہ کردار۔ باب نہم: تصنیفی تالیفی اور ادابی خدمات، باب دہم: ملاقات مشاہدات اور تاثرات)

کے ذیل میں دین اسلام کی حقیقی سربلندی اور اسلامی نظام کے لیے تگ ودو میں آپ کی مجاہدانہ کردار کو دنیا کے سامنے رکھا گیا ہے۔

یہ نقوش عبرت اس حوالے سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ آج بھی ملک وطن میں ان تمام تر حقائق کے چشم کشا ہونے کے باوجود بہت ہی نادیدہ اور ناعاقبت اندیش بلکہ قوم وملک اور ملت وطن کی حقیقی شناخت سے ناواقف شاید حضرت کی جہاد افغانستان کے حوالے سے عظیم کارناموں کو شک وشبہ کے نگاہ سے دیکھ رہے ہیں یا اس میں چہ میگوئیاں کررہے ہیں مگر حضرت کے علوم وافکار کے وارثین ایسے موقع پر بجائے کسی طویل وعریض مباحثوں کے الناس اعداء لما جھلوا پر محمول کررہے ہیں، ان کی اس معاندانہ اور رکیک حملوں سے اس شخصیت کا کچھ نہیں بگاڑا جاسکتا، جس نے عمر بھر ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں طاغوتی قوتوں کا وقت کے تمام مناسب ہتھیار سے مقابلہ کرنے کا صرف عزم کیا ہوا تھا بلکہ اپنی جان کو بھی انہی کی عظمت میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے بارگاہ الٰہی میں باعزت وبامراد پہنچا۔

حضرت شہیدؒ کی تمام تر ملکی وملی نوعیت کی مصروفیات کے باوجود تصنیف وتالیف کا ذوق برابر رکھنا آج شاید ہر علم کو مستقل دعوت وفکر ہے کہ مصروفیات کو کہیں بھی دعوتی کام میں آڑ نہ بنادیا جائے، ہمہ وقت ہر محاذ پر کام کرنے کو اپنا مشغلہ اور نصب العین رکھا جائے ،عزم وہمت کی یہی بلندی خود اوقات میں برکتیں اور سبیلیں تخلیق کردیتی ہیں، حضرت شہید کا اپنے دور میں اکابرین اہل علم کی دست بوسی اور قدم بوسی شاید اس کی زندگی میں روح پھونکنے کا باعث ہے، آج نوجوان علماء وفضلاء کو یہ پیغام ہے کہ بلند پرواز کے لیے ہمیشہ کسی باکمال کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہوگا۔

تصاویر کی گیلری میں حضرت شہیدؒ کی شہادت کی اخباری سرخیاں آپ کی علمی، تحقیقی اور ادبی ذخیرہ کے ٹائٹلز اور اپنے عظیم والد کے نام جامع مسجد عبدالحق کا پرشکوہ ماڈل اور یادگار دارالعلوم حقانیہ کے صدر دروازہ کی عمارت وتزئین، قدیم دارالحدیث کے ساتھ ساتھ حضرت شہید کے نام نہایت ہی دلربا اور آج کی عصری قومی اور بین الاقوامی تعلیمی اداروں میں ایک عظیم شاہکار اور تدریسی بلاک آپ کی تمام تر سوچ وفکر اور عزائم کی بلندی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جلد چہارم: ضخامت ۵۲۲ صفحات (باب یازدہم: زعمائے ملک وملت کے تاثرات، مکتوبات، خطبات اور پیغامات، عالمگیر سوگ اور ہمہ گیر غم واندوہ۔ باب دوازدہم: خانوادہ حقانی کی نظر میں۔ باب سیزازدہم: مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے جواہر پارے۔ باب چہاردہم: عربی مضامین وتاثرات باب

پانزدہم: منظوم تاثرات )

تمام میں حضرت کی بے پناہ مقبولیت اور خلق خدا کے دلوں میں آپ کی عظمت کی کہانیاں نمایاں ہے، نثر و نظم میں آپ کی زندگی کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے، حضرت شہیدؒ کی یہی جہد مسلسل آج دنیائے عالم کو حقیقی معنوں میں ایک عالم ربانی کی تصویر پیش کررہا ہے، دنیا پوچھ رہی ہے کہ مدرسہ کیا ہے؟ طالب علم کون ہے؟ عالم دین کیا ہوتا ہے؟ عالم ربانی کا کیا کردار ہے؟ ان تمام کے جواب میں ہم حضرت شہیدؒ کی جہد مسلسل اور آپ کی حیات و خدمات کو بلا تامل پیش کررہے ہیں، خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را۔

تصاویر کی گیلری میں جامع مسجد مولانا عبدالحق، قدیم جامع مسجد میں حضرت کی یادگار منبر ومحراب، حضرت شہید کی دفتر اہتمام میں نشست، عمامہ، عصا، چغہ مبارک، گاڑی اور آرام گاہ کے علاوہ جدید دفاتر اور درسگاہوں کے مناظر نت نئے تقاضوں کے عین مطابق ترقی کے اطوار کی جھلکیاں دل مژدہ کو نوید سحر دے رہا ہے۔

ماہنامہ ''الحق'' کا یہ خصوصی نمبر ظاہری اور معنوی خوبیوں سے مزین ہے، باوقار ٹائٹل دلربا حسین خطاطی اور کتاب کا حقیقی عکس مندرجات کی شکل میں، مناسب صفحات کی تقسیم، نفیس بائیڈنگ، اعلیٰ کوالٹی کے کاغذ میں یہ عظیم دستاویز جس باذوق ڈبے میں پیش خدمت ہے، ان تمام کو حضرت شہیدؒ کی تحریری اور کتب بینی کے ذوق کے حوالے سے بعد الموت کرامت اور مقبولیت سمجھتا ہوں ادارہ موتمر اور خانوادہ حقانی کے ہر فرد کو اور بالخصوص مرتبین کرام کو صد بار ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں، مجموعہ کا ہر جلد ہر صفحہ اور ہر سطر نہ صرف چومتا ہوں بلکہ دل و دماغ کے لیے آلہ تسکین وشفا سمجھتا ہوں۔ میں بلا مبالغہ یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ ماہنامہ ''الحق'' کا یہ نمبر حضرت شہیدؒ کے واقف کاروں کے لیے اپنے گھر کے الماری میں، یا پھر اپنے میز کے آگے ہر لحہ ایک نئی سوچ وفکر کی داغ بیل کا باعث ہوگا، ہمیشہ ایک تحریک اور آگے بڑھنے کا داعیہ پیدا کرے گا۔

چند اوراق کتب چند بزرگوں کے خطوط
بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ ساماں نکلا

اور

ہو اگر خود نگر خود گر وخود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

مولانا سید انور شاہ
جامعہ بیت السلام لنک روڈ کراچی

# معمر افراد کیلئے بنائے گئے سنٹروں کی شرعی حیثیت

انسان عام طور پر اپنی زندگی میں تین مرحلوں سے گزرتا ہے۔وہ اس حال میں پیدا ہوتا ہے کہ اس کی آنکھیں بند ہوتی ہے۔زبان قوت گویائی محروم ہوتی ہے، پاؤں میں چلنے کی طاقت نہیں ہوتی، عقل وشعور کے اعتبار سے بھی وہ ایک ناقص وجود ہوتا ہے پھر قدرت کے ہاتھوں آہستہ آہستہ اس کی نشونما ہوتی ہے اور جب وہ بڑھتے بڑھتے جوانی کی منزل میں داخل ہوجاتا ہے تو اس کی ساری صلاحیتیں اور قوتیں عروج پر ہوتی ہے۔اس کی طبیعت میں مہم جوئی کا جذبہ ہوتا ہے۔یہاں تک کہ بعض اوقات پر مشقت راستوں پر چلنے اور خطرات کے طوفانوں سے کھیلنے میں اسے لطف آتا ہے۔پھر اللہ تعالی کی طرف سے اس کی تمام قوتوں اور صلاحیتوں میں انحطاط شروع ہوتا ہے۔جس شخص کو کل دوڑنے، بھاگنے اور کود پھاند کرنے میں مزہ آتا تھا اب وہ دو قدم چلنے میں کسی انسان یا لاٹھی محتاج ہوتا ہے، گویا ایک طرح سے پھر اس کا بچپن لوٹ آتا ہے اور اس کی انتہا اپنی کیفیت کے اعتبار سے اس کی ابتدا کی ہم پایہ نظر آتی ہے لیکن عمر کی ان دونوں مرحلوں میں فرق یہ ہے کہ بچہ پورے خاندان کی توجہ کا مرکز ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے والدین، دادا، دادی، نانا اور نانی میں محبت وشفقت کے جو غیر معمولی جذبات رکھے ہیں، اس کے تحت اسے سب کی چاہت حاصل ہوتی ہے لیکن بوڑھوں اور معذوروں کو یہ توجہ حاصل نہیں ہوتی اور بدقسمتی سے موجودہ دور میں یہ بے توجہی بڑھتی ہی جارہی ہے کیونکہ اس وقت دنیا پر مغربی تہذیب کا بول بالا ہے اور اس تہذیب کی بنیاد خودغرضی اور مفاد پرستی ہے۔جس شخص سے مستقبل میں کوئی غرض وابستہ نہ ہو اسے بوجھ تصور کیا جاتا ہے۔اسی لئے بوڑھے ماں باپ اور خاندان کے معذور افراد تکلیف دہ بے توجہی کا شکار ہے۔خاص کر اگر اولاد میں اللہ کا خوف نہ ہو تو والدین ایک بوجھ محسوس ہونے لگتے ہیں۔

اسی لئے قرآن مجید میں اللہ نے یہ حکم دیا کہ جب والدین میں سے کوئی بوڑھاپے کو پہنچ جائے تو انہیں اف بھی نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو بلکہ ان سے نرم گفتگو کیا کرو۔(سورۂ اسراء:۲۴) مقصد

یہ کہ کوئی بھی ایسا کلمہ ان کی شان میں زبان سے مت نکالو جس سے ان کی تعظیم میں فرق آتا ہو یا جس کلمہ سے ان کے دل کو رنج پہنچا ہو۔

حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر وہ بوڑھے ہو جائیں اور تمہیں ان کا پیشاب پاخانہ دھونا پڑ جائے تو کبھی اف بھی نہ کرو جیسا کہ وہ بچپن میں تمہارا پیشاب پاخانہ دھوتے رہے ہیں(الدر المنثور ۵/۲۲۴)

ماں باپ کی خدمت، تعظیم وتکریم اور فرمانبرداری ہمیشہ واجب ہے ،بوڑھے ہوں یا جوان، استاد محترم حضرت اقدس مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں، والد صاحب (حضرت مفتی محمد شفیع صاحب) اپنی وفات سے کچھ عرصے پہلے گھر میں ہم سے فرمانے لگے کہ قرآن مجید میں یہ جو ارشاد ہے اگر والدین بوڑھے ہو جائے تو ان کے سامنے اف نا کہو، اور نہ انہیں جھڑکو بلکہ ادب سے پیش آؤ، قرآن مجید نے یہ کیوں کہا کہ ''اگر والدین بوڑھے ہو جائیں تو فلاں فلاں سلوک مت کرو''۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ماں باپ جوان ہو تو انھیں اف کہنا اور جھڑکنا جائز ہے یا ان کے ساتھ تعظیم کا معاملہ نہ کرنا جائز ہے؟؟ ایسا ہرگز نہیں! بلکہ جوانی میں بھی ان کا احترام کرنا اور ان کے متعلق ان سارے احکام پر عمل ضروری ہے۔ ماں باپ بوڑھے ہو یا جوان ،ان کی تعظیم وتکریم بھی واجب ہے اور ان کے ساتھ کوئی ایسی بات کرنا جائز نہیں جن سے ان کو ناحق ادنی تکلیف یا ناگواری پہنچے، جب یہ بات ہے تو پھر قرآن مجید میں بوڑھے ہونے کا ذکر کیوں کیا گیا؟

اس کا جواب دیتے ہوئے خود فرمایا: اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ والدین کے سامنے اف کرنے یا بدتمیزی کرنے کا اندیشہ اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب والدین بوڑھے ہو چکے ہوں، جب وہ باپ جوان ہو تو پھر کسی بیٹے کی کیا ہمت ہے کہ اسے جھڑک دے، باپ جوتا اٹھا کر ایسی پٹائی کرے گا کہ وہ ہمیشہ کے لیے یاد رکھے گا، یا گھر سے نکال دے گا۔ غرض یہ کہ جوانی میں باپ کے سامنے بد تمیزی نہیں کر سکتا، جھڑکنا چاہے تو نہیں جھڑک سکتا، کبھی اس کی جرات ہی نہیں ہو گی۔ اس بدتمیزی کی جرات اس وقت ہو گی جب والدین بوڑھے ہو چکے ہوں گے۔ اس وقت خطرہ ہے کہ بیٹے کے ذہن میں یہ خناس پیدا ہو جائے کہ اب تو میں ان کو پال رہا ہوں، اس لئے یہ فرمایا کہ اگر بڑھاپا آ جائے تو یہ کام کرو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جوانی میں بدتمیزی کرنا جائز ہے۔

اس کی دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: بڑھاپے میں عام طور پر مزاج میں چڑچڑاپن اور جھنجھلاہٹ پیدا ہوتی ہے کوئی ادنی سی بات بھی طبیعت کے خلاف ہو جائے تو اس پر زیادہ غصہ آتا

ہے،بعض اوقات ایسی بات پر بھی غصہ آ جاتا ہے جو حقیقت میں بری نہیں ہوتی اور بعض مرتبہ بوڑھے ایسی چیزوں پر بھی روک ٹوک کرتے ہیں جو روکنے ٹوکنے کی نہیں ہوتی۔اس وقت اولاد کا امتحان ہوتا ہے کہ وہ اپنے والدین کا کتنا ادب کرنے والی ہے۔ ان کی باتوں پر صبر کرتی ہے یا ناک بھوں چڑھاتی ہے۔حاصل یہ ہے کہ اولاد کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر وہ بڑھاپے کی وجہ سے کسی بات پر بے وجہ بھی ٹوکیں تب بھی ناگواری کا اظہار نہ کرو اور ادب واحترام کو ملحوظ رکھو۔(اصلاحی تقریریں۱۰/۱۱۶)

علامہ جصاص رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ہشام بن عروہ نے اس آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ والدین کی ہر جائز خواہش اور چاہت پورا کرلیا کروں۔ و قال هشام بن عروه عن أبيه واخفض لهما جناح الذل من الرحمة: قال لا تمتنعها شيأ يريدانه ( احكام القرآن للجصاص ٢٠)

امام قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:اس آیت کریمہ میں خاص طور پر بڑھاپے کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ والدین کے بڑھاپے کا زمانہ جبکہ ان کی قوت اور ہمت جواب دے چکی ہوتی ہے،اس زمانے میں یہ خدمت کے محتاج ہوتے ہیں۔ان کو خدمت کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور ان کی زندگی اولاد کی رحم وکرم پر رہ جاتی ہے۔نیز اس بڑھاپے اور کمزوری کے زمانے میں عقل وفہم بھی جواب دینے لگتے ہیں۔بعض اوقات ان کی طرف سے ایسے خواہشات اور مطالبات سامنے آتے ہیں جن کا پورا کرنا اولاد کیلئے مشکل ہوجاتا ہے۔ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمت اور جائز مطالبات کو پورا کرنا لازم قرار دیا ہے۔(احکام القرآن:۱۰/۱۵۷)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:وہ شخص ذلیل وخوار ہو، وہ شخص ذلیل وخوار ہو، وہ شخص ذلیل وخوار ہو(تین مرتبہ یہ بدعا فرمائی)عرض کیا گیا کون یارسول اللہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا پھر ان کی خدمت کرکے جنت میں داخل نہ ہو۔(مسلم /كتاب البر والصلة٢/٣١٤)

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام نووی فرماتے ہیں :والدین کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ ان کے بڑھاپے اور کمزوری کے زمانے میں ان کی خوب خدمت کی جائے اور ان کے مکمل اخراجات اٹھائیں جائیں اور یہی چیز جنت میں دخول کا ذریعہ ہے۔ان کی خدمت اور اخراجات میں غفلت اور کوتاہی سے کام لینا جنت سے محرومی کا ذریعہ ہے۔وقال النووی: معناه أن برهما عند كبرهما وضعفهما بالخدمة والنفقة وغير ذلك سبب لدخول الجنة، فمن قصر في ذلك فاته دخول الجنة( مرقات:٧/٣٠٨٠)

ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابو امامہؓ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اولاد پر ماں باپ کا کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دونوں ہی تیری جنت یا دوزخ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی اطاعت وخدمت جنت میں لیجاتی ہے اور ان کی بے ادبی اور ناراضگی دوزخ میں ۔ (سنن ابن ماجہ/کتاب الادب/باب برالوالدین)

شریعت نے جتنا زیادہ بوڑھوں کی حقوق پر زوردیا ہے اور اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، افسوس کہ اتنا ہی زیادہ ان کے حقوق سے بے توجہی برتی جاتی ہے اور ان کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھاجاتا ہے کہ گویاوہ زائدازضرورت کوئی شئے ہے۔آج شاید یہ سب سے زیادہ مظلوم طبقہ ہے۔جن کے حقوق کے لئے کوئی آواز اٹھانے والانہیں ۔انسانی حقوق کے نعرہ لگانے والے تنظیمیں بھی اس سلسلے میں خاموش تماشائی دکھائی دیتے ہیں۔اس پس منظر میں بوڑھے اورسن رسیدہ لوگوں کے حقوق کے سلسلے میں ایک اہم مسئلہ اولڈ ایج ہاؤس کی قیام کا ہے۔ چنانچہ مغربی ملکوں میں عمر دراز لوگوں کیلئے ہاسٹل بنادیئے گئے ہیں اوراب پاکستان میں بھی جگہ جگہ ایسے ہاسٹل بن رہے ہیں جن میں نوجوان اپنے بزرگوں کوداخل کردیتے ہیں۔

اس میں ایک پہلو یہ ہے کہ ان عمر دراز حضرات کوایک جگہ اپنی ضروریات کی چیز مہیا ہوجاتی ہے اوراپنے ہم عمرلوگ مل جاتے ہیں۔دوسراپہلو یہ ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کی محبت سے محروم ہوجاتے ہیں،عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ انسان کی چاہت ہوتی ہے کہ اپنے بال بچوں کے درمیان رہے، اولاداوراولاد کی اولاد کودیکھ کراس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں،ایسے ہاسٹلوں میں ان کی یہ خواہش ایک حسرت بن جاتی ہے،ایسے ہاسٹلوں کے متعلق شریعت کا نقطہ نظرکیا ہے؟ نیزکوئی اپنے بزرگوں کوایسے ہاسٹلوں میں قیام پرمجبورکرسکتا ہے یانہیں؟

والدین کے حقوق اورخدمت کے متعلق اوپرذکرکردہ قرآن وحدیث کی اس تاکیدی حکم سے واضح ہوتاہے کہ ان کی ہرممکن خدمت کی جائے۔ان کی منشا کا بھرپورلحاظ رکھا جائے جس طرح وہ زندگی بسرکرنا چاہیں، ان کی خواہشات کا احترام کیا جائے۔

اس سلسلے میں پیش آمدہ دشواریوں کوخندہ پیشانی سے برداشت کیا جائے بلکہ خدمت کے اس موقع کوغنیمت جانا جائے اوراسے اپنے لئے سعادت اور برکت کا ذریعہ سمجھا جائے، ظاہر ہے کہ ان کی خدمت کا کامل حق تو اسی وقت ادا ہوگا جبکہ وہ اپنے اہل خانہ کے درمیان زندگی بسرکریں،اگر انہیں بوڑھوں کے کسی ہاسٹل میں ڈال دیا جائے گا تو ان کی خدمت کا موقع فراہم نہ ہوگا،خاص کر

بڑھاپے کے اس عمر میں طبیعت زیادہ خراب ہوتی ہے اور صحت روبہ زوال ہوتی ہے، خدمت ومدد کی بار بار ضرورت پڑتی ہے۔ان کی جیسی نگہداشت ہونی چاہیے ہاسٹل میں ویسی نہیں ہوپاتی۔

دوسری طرف صورت حال یہ ہے کہ مغربی تہذیب اور مغربی حیات کا بول بالا ہے جس کے موجوں نے آج معاشرتی نشیمن کو تہہ وبالا اور خاندانی نظام کو تباہ وبرباد کر کے رکھ دیا ہے۔

مغربی تمدن اور تہذیب کا علمی اور نفسیاتی جائزہ لینے والے اس پر متفق ہیں کہ اسکی بنیاد خودغرضی، مفاد پرستی اور مشترکہ مادی منفعت پر ہے، ساری مغربی دنیا کا پورا معاشرہ ایک تجارتی کمپنی کے اصولوں پر عامل اور گامزن ہے، وہاں انسان صرف ایک مشین یا محض تاجر بن کر رہ گیا ہے، عائلی نظام درہم برہم ہوکر رہ گیا ہے، نہ اخلاص نہ محبت نہ ایک دوسرے سے کوئی ربط اور تعلق، یہ مغربی تہذیب کے جراثیم ہیں۔جس نے انسان کو حواس باختہ کردیا ہے۔اس کے دل ودماغ پر مادیت کے پردے ڈال دیئے ہیں اور اس کے احساسات کو مردہ کر دیا ہے۔آگے کے چند اقتباسات سے وہاں کی تہذیب وتمدن اور وہاں رہنے والے لوگوں کی انسانیت نوازی اور اپنے والدین کیلئے جذبہ ہمدردی کا اندازہ لگائیں۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب اپنے سفرنامہ ''دو مہینے امریکہ میں'' وہاں کے خاندانی حالات اور والدین واولاد کے باہمی تعلقات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: یہاں والدین اولاد کے صرف جوان ہونے تک اپنے کو ایک حدتک ذمہ دار سمجھتے ہیں اور درمیان درمیان میں ان بچوں کے ذہن میں یہ خیال پیدا کرتے ہیں کہ آدمی کو خود اپنی کمائی سے اپنے مصارف پورے کرنے چاہیئے۔انکی تعطیلات میں ان کو وقتی طور پر ملازمت کرلینے یا کوئی آمدنی والا کام کرنے کا شوق دلاتے ہیں اور جیسے ہی ان کی عمر کمانے کی ہوجاتی ہے۔ان کو خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کیلئے چھوڑ دیتے ہیں، اولاد بھی بڑی ہوکر اس رویہ کا جواب اپنے خودغرضانہ رویے سے دیتی ہیں کہ ہر شخص اپنی کمائی سے فائدہ اٹھائے، نہ کما سکتا ہو تو حکومت اس کی ذمہ داری لے یا پھر اس کی قسمت ہے بھگتے، کوئی ایک دوسرے کا ذمہ دار کیسے ہوسکتا ہے جبکہ ہر شخص کی کمائی اس کی ضرورت اور مصارف کے مطابق ہے۔ اسی سے ریٹائر ہونے کے بعد لوگوں کی حالت عجیب ہوتی ہے۔اعزّہ سے ملاقات، اہل تعلق کی مزاج پرسی اور ہمدردی سے وہ بالکل محروم رہتا ہے، اپنا وقت خود ہی گزارنا پڑتا ہے، بوڑھوں کی دلبستگی کیلئے اگر بیوی کے لئے شوہر اور شوہر کیلئے بیوی نہیں ہے تو کوئی دل بستگی کرنے والا نہیں، بہت کسی نے کیا تو اتوار کے روز چند منٹ آکر مل گیا اور اپنے ہاتھ کچھ پول یا گلدستے سے اظہار تعلق کیلئے ہدیۃً لے

آیا۔(دو مہینے امریکہ میں:۲۵۷۔۲۵۶) آگے بوڑھوں کے ہوسٹل کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''اس صورت حال مداوا حکومتیں یہ کرنے لگی ہیں کہ بڑھاپے کی فیس کے اندوختہ بوڑھوں کیلئے اقامت خانہ مہیا کرتی ہیں جو لوگ اپنی تنہائی کی زندگی سے پریشان ہو، ان اقامت خانوں میں داخل ہوسکتے ہیں۔ وہاں ان کے ہم عمر اور ہم مذاق ہوتے ہیں اور ان کی انسانی ضروریات کا پورا انتظام ہوتا ہے۔ بوڑھوں کے لئے ان ہوسٹلوں میں سب کچھ ہوتا ہے لیکن اعزہ واولاد کا قریبی ربط نہیں ہوتا جو بوڑھے لوگ اعزہ یا اولاد کے تعلق کی حس زیادہ رکھتے ہیں، ان میں سے بعض کے بہت افسوس ناک واقعات سننے میں آتے ہیں۔'' (دو مہینے امریکہ میں:۲۵۹)

استاد محترم شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں''خاندانی تعلقات کا نظام درہم برہم ہے اور رشتہ داروں کیساتھ محبت والفت تقاضے نایاب ہوتے جارہے ہیں، امریکی معاشرے میں بڑھاپا موت سے بدتر عذاب ہے، بوڑھوں کیلئے الگ مرکز قائم ہیں، جہاں ان کے کھانے پینے کا انتظام تو ہوتا ہے لیکن وہ اس محبت کو ترستے ہیں جو صرف خون کی رشتہ کی خاصیت ہے، بڑے بڑے مالدار لوگوں کے ماں باپ ان مراکز میں بیچارگی کے ساتھ موت کا انتظار کرتے ہیں اور ان کی اولاد مہینوں بلکہ بعض اوقات سالوں سے ان سے ملنے نہیں آتی اور جو بوڑھے گھر پر رہ جائیں، انہیں کوئی بات کرنے والا نہیں ملتا۔ ایسے بوڑھوں کی طرف سے باقاعدہ اشتہارات شائع ہوتے ہیں کہ ہم سے فلاں پتے پر مل کر گھنٹہ بھر بات کر لیجئے اور اس ہمدری کا بعض اوقات معاوضہ بھی پیش کیا جاتا ہے۔ تنہائی سے اکتائے ہوئے بوڑھے بعض اوقات بے مقصد لوگوں کو فون کرتے ہیں، تا کہ کچھ دیر کسی سے بات کرسکیں۔'' (جہان دیدہ:ص۴۹۳)

مولانا ابوالکلام قاسمی کی یہ چند تحریریں بھی ملاحظہ فرمالیں۔ جو انہوں نے اپنے سفرنامہ''تین ہفتے امریکہ میں'' وہاں کی کمزوریوں کے عنوان سے لکھا ہے۔ صرف اپنے لئے جینا اور اپنے لئے مرنا وہاں کی زندگی ہے، ماں باپ بوڑھے ہوجائیں تو بوڑھوں کے ہاسٹل میں ان کو رکھ دیا گیا، وہاں ان کی زندگی گزر رہی ہے۔ یہ وہاں کی زندگی کے عام احوال ہے۔ البتہ اس سلسلے میں وہاں کے مسلمانوں کی اخلاقی حالت کافی حد تک بہتر ہے۔ اس ضمن میں پاکستان میں ایک ہاسٹل کا دلخراش اور افسوسناک واقعہ ملاحظہ ہو:

جنگ اخبار کی رپورٹ کے مطابق: کراچی کے ایک اولڈ ایج ہوم کے ہر دل عزیز بزرگ جلیل احمد عرف نا کو بابا گزشتہ چار پانچ سال سے یہاں مقیم ہیں، کراچی میں گولی مار کے رہائشی نا کو بابا

دو بیٹیوں اور ایک بیٹے کے باپ ہیں جنہیں تقریباً پانچ برس پہلے ان کا اکلوتا بیٹا یہاں ایڈمٹ کروا کے گیا تھا، نا کو بابا نے بتایا کہ عید آئی، بقرعید آئی مگر میرا جگر گوشہ میرا بیٹا مجھ سے ملنے نہیں آیا، میں سارا دن اس کی راہ تکتا رہا، اس کا چہرہ دیکھنے کو ترستا اور تڑپتا رہا لیکن وہ نہیں آیا، میرا بیٹا پیشے کے اعتبار سے فزیوتھراپسٹ ہے۔ اسلئے شاید مصروف رہتا ہوگا اور مجھ سے ملنے کا وقت نہیں ملتا ہوگا مگر مجھے خوشی ہے کہ وہ ٹھیک ہے، میں کم ازکم اس کیلئے پریشانی کا باعث تو نہیں بن رہا، میں مرچنٹ نیوی کے ایک شعبے میں ملازمت کرتا تھا، جوانی میں فٹ اور صحت مند تھا، مجھے کبھی کبھی شدید غصہ آتا تو بیٹا ناراض ہوتا، بعدازاں یہاں داخل کروا کے چلے گیا، مجھے اس کی بے حد یاد آتی ہے، دل چاہتا ہے اسے سینے سے لگا کر کہو بیٹا! تم ایک بار مجھے گھر لے چلو میں اب کبھی غصہ نہیں کروں گا۔ ویسے تو مجھے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں مگر گھر تو آخر گھر ہوتا ہے ناں۔ جب میرا بیٹا پیدا ہوا تھا تو میں نے پورے محلے میں مٹھائی بانٹی تھی، بہت خوش تھا کہ میرے بڑھاپے کا سہارا آ گیا مگر مجھے کیا پتا تھا کہ میرا بڑھاپا تو اولاد کے بغیر ہی کٹے گا۔ اس طرح کے واقعات آئے روز اخبار میں آتے ہیں یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ یہاں اولاد اپنوں کو چھوڑ جاتے ہیں پھر سالوں ان کی خبر نہیں لیتے حتیٰ کہ عید پہ بھی ملنے نہیں جاتے۔ والدین زارزار روتے ہیں، اپنے بچوں کو دیکھنے کے لیے ترستے رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوا کہ بوڑھوں کے ہاسٹل مغربی نظام کا عطیہ اور غیر اسلامی و مادی فکر کا نتیجہ ہے جو اسلام کے عطا کردہ لازوال اور فلاحی معاشرتی نظام کے بالکل مخالف ہے۔ لہٰذا عام حالات میں بوڑھوں یا معذوروں کو بوجھ سمجھ کر ان کو ہاسٹل کے حوالہ کرنا اور وہاں قیام پر مجبور کرنا نہ شرعاً جائز ہے اور نہ عقلاً اس کی گنجائش ہے البتہ ایسے بے سہارا معذور اور بوڑھے حضرات جن کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا اور دربدر ٹھوکریں کھانے اور ادھرادھر مارے پھیرنے پر مجبور ہو کر لاوارث بن گئے ہوں تو ایسی صورت میں ان کیلئے اس غرض سے ہاسٹل قائم کرنا اور اس میں ان کی ضروریات و سہولیات مہیا کرنا تاکہ وہ اپنی زندگی کے بقیہ ایام باعزت طور پر گزار سکیں اور دردبدر کی ٹھوکر کھانے سے محفوظ رہیں، ایک مناسب اقدام معلوم ہوتا ہے خواہ یہ ہاسٹل حکومت کی طرف سے قائم کئے جائیں یا رفاہی اور سماجی تنظیموں کی طرف سے۔

واضح رہے کہ یہ مسئلہ کا کوئی مستقل حل نہیں ہے، اصل طریقہ وہی ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے کہ ان کو گھروں میں رکھ ان کی خدمت کی جائے لہٰذا بوڑھوں کے متعلق معاشرے کے ہر فرد میں یہ احساس پیدا کیا جائے کہ بوڑھے حضرات انسانی سماج کا عضو معطل یا اس کیلئے بارگراں یا زمین کا

بوجھ نہیں ہے بلکہ وہ بیش قیمت سرمایہ ہیں اور ہر اعتبار سے انسانی تکریم کے مستحق ہیں، ان کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھ کر کی جائے۔

مجبوری کی صورت میں معذور اور بوڑھے حضرات کا ہاسٹل کی طرف منتقل ہونے کی مختلف صورتیں اور کے احکام کا خلاصہ ملاحظہ کیجئے!

- ☆ اولاد گھر میں موجود ہوں اور بوڑھے ماں باپ کی خدمت کرنے میں کوئی دقت نہ ہو نیز ان کو گھر میں رہنے کی خواہش ہو تو ایسی صورت میں اولاد پر بوڑھے والدین کی خدمت واجب ہے، ہاسٹل کے حوالہ کرنا جائز نہیں۔
- ☆ اولاد گھر میں موجود نہ ہو اور باپ کی خواہش گھر میں رہنے کی ہو تو اگر اولاد مستطیع ہو تو بوڑھے ماں باپ کیلئے خادم کا انتظام کرنا واجب ہے۔ ہاسٹل کے حوالہ کرنا جائز نہیں۔
- ☆ اگر گھر میں بوڑھے باپ کے ساتھ نامناسب برتا ہوتا ہو اور اسکی وجہ سے وہ ہاسٹل میں منتقل ہونا چاہتا ہو تو اولاد پر لازم ہے کہ ماحول تبدیل کریں، خوشگوار فضا بنائیں اور بوڑھے باپ کو راحت پہنچائیں اور انہیں ہاسٹل منتقل نہ ہونے دیں۔
- ☆ اگر اولاد معاشی مجبوری یا کسی اور حقیقی مجبوری کی وجہ سے یا تنگدستی کی بنیاد پر خادم نہ رکھ سکتے ہوں، یا اولاد ہی نہ ہو اور دوسرے رشتہ دار صحیح خدمت نہیں کر پا رہے ہوں تو پھر ان کا ہاسٹل منتقل ہونے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

آخر میں اس بات کی وضاحت کرتا چلو کہ نوجوان نسل میں یہ شعور اور احساس پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے کہ عمر ڈھلنے اور شباب رخصت ہونے کے بعد ان کو بھی اس تلخ حقیقت اور دشوار مرحلہ سے گزرنا ہے، اس لئے وہ اپنے بوڑھوں اور بزرگوں کی خدمت اور اطاعت کریں نیز ان کے ہمدردی، محبت و تعلق کا ایسا نمونہ پیش کریں۔ جس سے محبت سے پر خوشگوار فضا قائم ہو اور آنے والے نسل ذہنی و فکری طور پر اپنے بوڑھوں کی خدمت کیلئے خوش دلی سے آمادہ رہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ مذکورہ بالا تحریر میں ''جدید فقہی مباحث'' سے استفادہ کیا گیا ہے۔

جناب محمد شاہد حنیف
تبصرہ نگار ''فرائیڈے اسپیشل''

# ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک کا مفکر اسلام شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی یاد میں خاص نمبر

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کسی بھی حلقے کے لیے تعارف محتاج نہیں، اللہ ربّ العزت نے انہیں اتحادِ اُمت کا داعی، فضل و کمال اور بے مثال علمی و ادبی صلاحیتوں کا مالک بنایا تھا۔ اپنے تمام معاصرین میں ان کا درجہ کئی لحاظ سے بلند تھا۔ پوری زندگی اسلام کی اشاعت و ترویج، حرمتِ رسالتؐ کی حفاظت، پاکستان کی نظریاتی حفاظت کے علاوہ علمی، ادبی اور تحریری سرگرمیوں میں آپ کا وجود ایک نعمتِ الٰہی تھا۔ انھوں نے کسی بھی مسلک سے بالاتر ہوکر دینی، علمی سرگرمیاں انجام دیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھیں اپنی زندگی میں تمام مسالک کے اکابر علما، قومی و ملّی زعما اور عوام الناس کا بے پناہ اعتماد حاصل ہوا۔ اختلافِ رائے کو ہمیشہ مسکرا کر قبول کیا۔ پاکستان میں سیاسی، ادبی، تحریکی اور علمی خدمات کے علاوہ عالمی اُمور خاص طور پر افغانستان کے حوالے سے آپ کی خدمات گراں قدر ہیں۔

ابتدائی زندگی زیادہ تر دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دینی کاموں اور جامعہ حقانیہ کی سرگرمیوں میں بسر کی، انھوں نے زندگی کا بہت حصہ بڑا دینی، تعلیمی، سماجی سرگرمیوں کے علاوہ سیاسی میدان میں صرف کیا لیکن عمر کے آخری حصے میں دارالعلوم حقانیہ کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ زیادہ تر تحقیق و تالیف میں گزار رہے تھے۔ آپ کی دینی، علمی، ادبی، تصنیفی اور سیاسی خدمات قابلِ قدر ہیں۔ دیگر بہت سے کارناموں کے علاوہ مکتوباتِ مشاہیر، خطباتِ مشاہیر اور ماہنامہ ''الحق'' کے ہزاروں مطبوعہ صفحات، آپ کے روشن کارنامے کی درخشاں مثال ہے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے حالاتِ زندگی پیش کرنے اور اُن کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے اُن کے ادارہ ''مؤتمر المصنّفین'' کی طرف سے پر ماہنامہ ''الحق'' کا خاص نمبر شائع کیا گیا ہے جو کہ چار جلدوں میں دو ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ اُردو زبان میں کسی بھی

رسالے کی علمی، ادبی شخصیت پر چار جلدوں میں ضخیم اشاعت غالبًا پہلی مرتبہ سامنے آئی ہے، یہ شاندار کارنامہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ماہنامہ ''الحق'' کے ذمہ داران نے انجام دیا ہے۔

ماہنامہ ''الحق'' کی اشاعتِ خاص کی پہلی جلد میں مولانا کی زندگی کا ابتدائی تعارف پیش کرتے ہوئے پہلے باب ''نقوشِ حیات'' میں اُن کے صاحبزادے اور مدیر ''الحق'' مولانا راشد الحق کی تحریروں کے علاوہ معروف عالم دین، محقق، ادیب اور ماہنامہ ''القاسم'' کے مدیر اعلیٰ مولانا عبدالقیوم حقانی کے علاوہ حبیب اللہ حقانی، حزب اللہ حقانی کی سوانحی تحریریں شامل ہیں۔

دوسرے باب بعنوان ''سیرت وکردار، اوصاف'' میں مولانا سمیع الحق پر ملک بھر کے علمائے کرام کی مقالات پیش کیے گئے ہیں۔ تیسرے باب ''علمی جامعیت، فضل وکمال اور تقدس وعظمت'' کے عنوان علمائے کرام کی تحریروں کو شامل کرنے کے بعد چوتھے باب ''اہلِ قلم و اربابِ صحافت کی نظر'' میں مولانا کی شخصیت کو سامنے لایا گیا ہے۔ پانچواں باب ''اہل علم و دانش کی نظر میں'' جو کہ جلد دوم سے شروع ہوتا ہے، اُس میں اہل علم وقلم کی تحریریں شامل اشاعت ہیں۔ چھٹا باب مولانا کی سیاسی، سماجی وملّی سرگرمیوں سے آگاہ کرتا ہے، جس کو ''قومی، ملّی، سماجی، سیاسی و پارلیمانی خدمات'' کا عنوان دیا گیا ہے۔ اس اشاعتِ خاص کا ساتواں باب ''سفرِ آخرت'' کے عنوان سے ہے، جس میں مولانا کی وفات پر ملک بھر میں علما، زعما اور مشاہیر کی نگارشات کو جمع کیا گیا ہے۔

جلد سوم جس کا آغاز آٹھویں باب سے ہوتا ہے، اِس باب میں مولانا کے افغانی کردار کو سامنے لایا گیا ہے۔ افغانستان کی تحریک جہاد اور عالمی استعماری قوتوں کی شکست میں مولانا کا کردار کوئی ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ افغانستان میں روس اور دیگر قوتوں کی شکست اور افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام کیلئے آپ کی خدمات کو اُجاگر کرنے کیلئے زیرنظر باب بعنوان ''جہادِ افغانستان، تحریکِ طالبان اور حضرت شہیدؒ کا مجاہدانہ کردار'' قارئین ومحققین کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

نواں باب ''تصنیفی، تالیفی اور ادبی خدمات'' کے نام سے ہے، جس میں مولانا کی علمی، ادبی، تصنیفی خدمات خصوصاً ماہنامہ ''الحق'' کی پچاس سال سے زائد عرصہ سے مسلسل اشاعت، مکتوباتِ مشاہیر اور خطباتِ مشاہیر کے ساتھ ساتھ دیگر تحریری سرمایہ کا تعارف شائع کیا گیا ہے۔

دسواں باب ''ملاقاتیں، مشاہدات اور تاثرات'' کے نام سے ہے، جس میں مولانا کے قریبی

ساتھیوں، شاگردوں اور دیگر احباب کے ذاتی مشاہدات کو سامنے لایا گیا ہے۔

مولانا سمیع الحق کی شہادت ملک وملت اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے بلاشبہ ایک عظیم سانحہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کی شہادت پر ملک اور بیرونِ ملک سے تعزیتی خطوط، پیغامات اور تحریری مضامین کو یکجا کر کے گیارہوں باب مرتب کیا گیا ہے، جس کا آغاز جلد چہارم سے ہوتا ہے۔ بارہواں باب ''خانوادہ حقانی کی نظر میں'' کے عنوان سے ہے، جس میں مولانا شہیدؒ کے بارے میں خاندان کے احباب کے تاثرات قارئین کی نظر کیے گئے ہیں۔ اس باب میں سب سے پہلے آپ کے والد محترم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تحریر ''عظیم بیٹا اپنے عظیم والد کی نظر میں'' بہت ہی خوبصورت تحریر ہے۔ والد محترم کی تحریر کے بعد بہنوں، بیٹی، بیٹوں، بھتیجوں، داماد اور پوتوں کے تحریری تاثرات شامل اشاعت ہیں۔

تیرہویں باب میں مولانا کی منتخب تحریروں کو ''مولانا سمیع الحق شہید کے جواہر پارے'' کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے جو کہ آپ کی تصنیفی خدمات کی صرف ایک جھلک ہیں۔ اس باب میں علمائے کرام اور مشاہیر کے علاوہ دیگر اہم شخصیات کے مولانا کے نام نادر مکتوبات کو بھی شائع کیا گیا ہے۔ اس باب میں ماہنامہ ''الحق'' کے نصف صدی سے زائد شائع ہونے والے سیکڑوں شماروں میں مولانا کی مکمل تحریرات کا مفصل اور جامع اشاریہ بھی اہلِ علم وتحقیق کی نذر کیا گیا ہے۔ چودھواں باب عرب علما، زعما اور سیاسی مشاہیر جن میں سعودی عرب، مصر، کویت، فلسطین، ترکی، شمالی امریکہ وغیرہ شامل ہیں، اُن کی تعزیتی تحریروں پر مشتمل ہے۔ پندرھواں باب جو کہ آخری باب ہے، اس میں مولانا کی شہادت پر شائع ہونے والے دنیا بھر کے شعرا کا تعزیتی منظوم کلام شائع کیا گیا ہے۔

مولانا سمیع الحق کی حیات وخدمات، دینی، علمی، ادبی، تصنیفی سرگرمیوں اور اُن کی سیاسی جدوجہد کو سامنے لانے کے لیے ادارہ ''الحق'' کی شائع کردہ یہ ضخیم چار جلدیں مضبوط جلد بندی، خوبصورت سفید کاغذ اور رنگین تصاویر سے مزین کی گئی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ مولانا کی خدمات اور اُن کے جانشینوں کی یہ دینی، علمی اور ادبی سوغات اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ (فرائیڈے اسپیشل)

●●●●

مولانا وسیم اکرم قاسمی
متعلم جامعہ دارالعلوم حقانیہ

# عصری و دینی تعلیم کا نصاب اور نظام

تعلیمی نظام پر بحث سے قبل ضروری ہے کہ پہلے نفسِ تعلیم کی اہمیت واضح کر دی جائیں کیونکہ ہم ایسے معاشرے میں رہتے ہیں جہاں آج تک ہمیں اپنی توانیاں تعلیم کی اہمیت اور افادیت پر صرف کرنی پڑتی ہیں۔ دنیا بھر میں تعلیم کی اہمیت کا اندازہ نت نئی و حیرت انگیز ایجادات کو دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے۔ انسان کا چاند اور سیاروں پر جانا صرف تعلیم کی بدولت ہی ممکن ہوا۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام بھی روز اول سے لے کر آج تک دنیا میں علم کی شمع جلا رہا ہے اور قیامت تک علم کی اس مشعل کو لے کر آگے بڑھتا رہے گا۔ مہذب قوموں میں تو تعلیم کو اول ترجیح کے طور پر رکھا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں تعلیم کو وہ حیثیت حاصل ہی نہیں جو کہ ہونی چاہیے، تعلیم ایک معاشرتی عمل ہے جو سیکھنے سکھانے اور رہنمائی کے عمل کو کہتے ہیں، تعلیم کے ذریعے بچے کی مخفی اور فطری صلاحیتوں کو ابھار کر ان سے کام لیا جاتا ہے، تعلیم میں بچے کی تربیت کا پہلو شامل ہے، تربیت خواہ روحانی ہو یا اخلاقی، انفرادی ہو یا اجتماعی، ہر قوم، ہر معاشرہ اپنی ضروریات، مقصد حیات، نظریات و عقائد کے مطابق اپنے بچوں یا افراد کو تعلیم دیتا ہے، سقراط نے صرف حقیقت کی تلاش کو تعلیم کہا۔ افلاطون نے معاشرے کی متوازن تنظیم کو تعلیم سے تعبیر کیا۔ ارسطو نے تعلیم کو جسمانی اور عقلی تربیت کا وسیلہ بتایا لیکن اسلام جسم اور روح دونوں کی تربیت کو مقصد تعلیم قرار دیتا ہے تا کہ ذات اور معاشرے کو پاکیزہ سے پاکیزہ بنایا جاسکے۔ اسلام میں تعلیم ایک بامقصد عمل ہے، اس سے فرد اور معاشرے کی اصلاح کا کام لیا جاسکتا ہے۔ تعلیم کا مقصد صرف انسان کے فطری کردار کی تربیت کرنا ہی نہیں بلکہ معرفت الٰہی کا حصول بھی ہے۔ غرض اسلام میں تعلیم کا مفہوم یہ ہے کہ دین کے ساتھ رشتہ قائم رکھتے ہوئے اس کی طبعی قوتوں کی نشوونما کے فرائض انجام دے۔ تعلیم ایک ایسا عمل ہے، جس کی ضروریات اور مسائل بدلتے رہتے ہیں۔ معاشرے اور افراد کی نشوونما کے بدلتے ہوئے تقاضوں اور تمناؤں سے باہم مربوط ہونے کا نام ہی تعلیم ہے۔

## نظام تعلیم

کسی معاشرے کی ترقی اس کے تعلیمی نظام پر منحصر ہوتی ہے۔ جن معاشروں میں معیارِ تعلیم بہتر، منظّم اور معیاری ہوتا ہے وہاں کا نظم و نسق بہتر نظر آتا ہے، نئی نئی ایجادات ہوتی ہیں اور سماجی مسائل کو بہترین انداز میں حل کیا جاتا ہے۔ نئے زاویوں سے سوچنے کا عمل تیز ہوتا ہے اور ترقی و خوشحالی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ اس لئے تعلیمی نظام کی ضرورت و اہمیت کو ہم قطعی طور پر نظر انداز نہیں کر سکتے کیونکہ ریاست کے تمام اداروں میں کام کرنے والے لوگ ایک مخصوص تعلیمی نظام سے گزر کر متعلقہ محکموں میں مقرر ہوتے ہیں اور اپنا فرض ادا کرتے ہیں مثلاً ڈاکٹرز، انجینئرز، اساتذہ، وکلا، ملازمین وغیرہ وغیرہ۔

بنیادی طور پر تعلیمی نظام کے دو مقاصد ہوتے ہیں۔ تعلیمی نظام پہلے مرحلے میں افراد میں مہارت پیدا کرتا ہے اور دوسرے مرحلے میں قومی سوچ کو لوگوں میں منتقل کیا جاتا ہے۔ ایک ایسا شخص جو مہارت کمال درجے کی رکھتا ہو مگر قومی سوچ سے عاری ہو تو اس کی مہارت انفرادی مفاد کی بھینٹ چڑھ جائے گی اور قوم و ملک کے لیے ایک بہتر فرد ثابت ہونے سے قاصر رہے گا اور نہ ہی کوئی خیر و بھلائی آگے منتقل ہوگی۔ مثال کے طور پر ایک ڈاکٹر کو علاج پر مکمل عبور حاصل ہے مگر قومی سوچ سے عاری ہونے کی وجہ سے وہ معاشرے کا مفید فرد ثابت نہیں ہو سکے گا۔ اسی طرح اگر ایک شخص قومی سوچ سے سرشار ہے مگر اپنے کام میں مہارت پیدا نہیں کر سکا تو وہ مفلوج ہو کر رہ جائے گا۔ اس لیے تعلیمی نظام یہ دو خوبیاں پیدا کر کے لوگوں کو ایک مفید شہری بنانے میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ جب لوگ ایسے تعلیمی نظام سے گزرتے ہیں تو وہ ایک حقیقی قوم کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور ایک قوم وجود میں آتی ہے۔ ایسی قوم خود غرضی اور مفاد پرستی سے بالاتر ہو کر قومی اور اجتماعی مفاد کو ترجیح دیتی ہے۔ ایسی قوم قربانی کے جذبے سے سرشار ہو کر اقوامِ عالم میں اپنی اخلاقیات اور ترقی کا لوہا منوا کر اپنا نام اور اپنی پہچان بناتی ہیں. تعلیمی نظام کے ذریعے افراد میں مہارت اور قومی سوچ کو پیدا کرنے کے لیے دو عوامل شامل ہوتے ہیں۔ کیا پڑھایا جا رہا ہے؟ یعنی کیا پڑھنا چاہیے جو وقت اور حالات کے تقاضوں کے عین مطابق ہو اور کیسے پڑھایا جا رہا ہے؟ یعنی کیسے پڑھنا چاہیے جو کم وقت میں باعثِ خیرِ کثیر ہو! ان باتوں کو ذہن میں رکھ کر ہم اپنے تعلیمی نظام کا بغور جائزہ لے سکتے ہیں، ہمیں معلوم ہوگا کہ ہمارا تعلیمی نظام اپنے حقیقی مقاصد کو پورا کرنے سے قاصر نظر آتا ہے۔

ہمارا تعلیمی نظام لوگوں میں مہارت تو پیدا کرتا ہے لیکن قومی سوچ اور اجتماعی رویے پیدا کرنے سے قاصر ہے۔ اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ جیسے ہی شرح خواندگی بڑھ رہی ہے ویسے ہی لوگوں میں خود

غرضی اور انفرادی سوچ مستحکم ہوتی جا رہی ہے۔جس کی وجہ سے آج ہم اپنے سماجی مسائل حل کرنے میں ناکام نظر آتے ہیں۔ دنیا کے دوسرے ممالک اپنے تعلیمی نظام کی بنیاد پر سائنس وٹیکنالوجی میں ہم سے کوسوں آگے ہیں۔اس دور میں ممالک ایک دوسرے کی معیشت کو زیر کرنے اور خود کو سپر پاور ثابت کرنے کے لئے سائنس وٹیکنالوجی کا سہارا لے رہے ہیں لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہم ابھی تک ایسا تعلیمی نظام قائم کرنے میں قاصر ہیں اور ہدف تو دور اپنے موجودہ سماجی مسائل حل کرنے میں سنجیدہ نظر نہیں آ رہے۔اگر ہمیں دنیا میں اپنا وجود برقرار رکھنا ہے تو ہمارے حکمرانوں اور قوم کو اپنی ترجیحات بدلنی پڑیں گی اور ایک ایسے تعلیمی نظام کی بنیاد رکھنی ہوگی جو موجودہ اور مستقبل میں درپیش مسائل کا ازالہ کر سکے۔

## عصری نظامِ تعلیم

تعلیم ہر انسان چاہے وہ امیر ہو یا غریب ،مرد ہو یا عورت کی بنیادی ضروریات میں سے ایک ہے کیونکہ یہی تعلیم قوموں کی ترقی اور زوال کی وجہ بنتی ہے تعلیم حاصل کرنے کا مطلب صرف سکول ،کالج یونیورسٹی سے کوئی ڈگری لینا یا کسی دینی ادارے سے فقط درس نظامی کی تکمیل کا نام نہیں بلکہ اس کے ساتھ تمیز وتہذیب سیکھنا بھی شامل ہے تا کہ انسان اپنی معاشرتی روایات اور قتدار کا خیال رکھ سکے۔آج کا دور کمپیوٹر کا دور ہے۔

## ایٹمی ترقی کا دور ہے

سائنس اور صنعتی ترقی کا دور ہے مگر اسکولوں میں بنیادی عصری تعلیم ،ٹیکنیکل تعلیم،انجینئرنگ ،وکالت ،ڈاکٹری اور مختلف جدید علوم حاصل کرنا آج کے دور کا لازمی تقاضہ ہے۔جدید علوم تو ضروری ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ انسان کو انسانیت سے دوستی کیلئے اخلاقی تعلیم بھی بے حد ضروری ہے اسی تعلیم کی وجہ سے زندگی میں خدا پرستی،عبادت ،محبت خلوص، ایثار،خدمت خلق، وفاداری اور ہمدردی کے جذبات بیدار ہوتے ہیں اخلاقی تعلیم کی وجہ سے صالح اور نیک معاشرہ کی تشکیل ہوتی ہے تعلیم کی اولین مقصد ہمیشہ انسان کی ذہنی،جسمانی اور روحانی نشوونما کرنا ہے۔

تعلیم خواہ عصری ہو یا دینی کا مقصد خالصتاً تعمیر انسانیت اور تشکیلِ افراد صالح ہونا چاہیے۔آج کل یہ حقیقی مقصد آنکھوں سے اوجھل ہے ہم دیکھتے ہیں کہ آج تمام تر تعلیمی اداروں کی نظریں نمبرات اور مارک شیٹ پر ہے۔آج کی تعلیم صرف اس لئے حاصل کی جاتی ہے تا کہ اچھی نوکری مل سکے یہ بات کتنی حد تک سچ ہے اس کا اندازہ آج کل کی تعلیمی ماحول سے لگایا جاسکتا ہے جیسے بچوں کا صرف امتحان میں پاس

ہونے کی حد تک اسباق کا رٹہ لگانا ضروری سمجھا جاتا ہے، بدقسمتی اس بات کی بھی ہے کچھ ایسے عناصر بھی تعلیم کے دشمن واقع ہوئے ہیں جو اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے ہمارے تعلیمی نظم کے درمیان ایسی کشمکش کا آغاز کررکھا ہے جس نے رسوائی کے علاوہ شاید ہی کچھ عنایت کیا ہومگر پھر بھی جس طرح بیرونی دنیا کے لوگ تعلیم کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اس طرح مسلمان کو بھی اس سے صرفِ نظر نہیں کرنا چاہیے، پاکستان میں دی جانے والی تعلیم کا موازنہ دنیا سے کیا جائے تو پاکستان ۱۲۵ نمبر پر ہے جبکہ بھارت ۱۰۳ اور بنگلہ دیش ۱۱۱ نمبر پر ہے۔ دنیا میں نصاب اور طالب علموں کو دیئے جانے والے ہنر کو مدنظر رکھ کر اس کے تعلیمی معیار کا اندازا لگایا جاتا ہے۔ اکنامک سروے آف پاکستان 2017 کے مطابق پاکستان کی شرح خواندگی 60 فیصد سے 58 فیصد پر پہنچ چکی ہے۔ طالب علموں کی ایک بڑی تعداد اساتذہ کے تشدد یا والدین کی عدم دلچسپی کے وجہ سے سکول چھوڑ جاتے ہیں جبکہ غیر متوازن نظام تعلیم، ہمارے تعلیمی نظام کی خرابی کا بڑا سبب ہے۔ ہمارا تعلیمی نصاب ہو یا تعلیمی ڈھانچہ سب غیر متوازن ہیں۔ ریاست ہمیشہ ملک کی عوام کو ایک جیسی تعلیم اور ایک جیسے تعلیمی مواقع دینے میں ناکام رہی ہے۔ ہمارے ہاں پرائیویٹ تعلیمی ادارے تعلیم جیسے مقدس شعبے میں مافیا کا کردار ادا کررہے ہیں۔ من چاہے تعلیمی نصاب اور من چاہے تعلیمی اخراجات عوام پر مسلط کئے جاتے ہیں۔ غیر متوازن نظام تعلیم نے معاشرے کو الجھا کر رکھ دیا ہے جو کہ ہمارے نظام تعلیم کی بہتری میں حائل بڑی رکاوٹ ہے۔ علاقائی عدم مساوات بھی تعلیمی بہتری کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔

دنیا بھر میں ریاست اپنے نوجوانوں کو خودمختار بنانے کے لئے انہیں فنی تعلیم مہیا کرتی ہے۔ اس کیلئے فنی تربیتی ادارے قائم کئے جاتے ہیں، کالجز بنائے جاتے ہیں۔ تربیت یافتہ نوجوان خودمختار ہوکر نہ صرف فنی تعلیم اور معاشرے کی بہتری میں اضافہ کرتے ہیں بلکہ ملکی ترقی میں بھی اپنا حصہ بھی ڈالتے ہیں۔ پاکستان میں ایسے فنی تربیتی کالجز کا فقدان ہے۔ جو کچھ کالجز ہیں وہاں مناسب تربیتی سہولیات موجود نہیں، مناسب لیبارٹریز اور آلات موجود نہیں ہیں۔ عہدِ حاضر میں دنیا کے ہر ملک کی طرح پاکستان کی معاشی اور معاشرتی ترقی کا دارومدار بھی تعلیمی ترقی پر ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیمی نظام میں بہتری کے لئے اقدامات کیے جائیں۔ بے شک دنیا بدل چکی ہے لہٰذا از سرِ نو نصابِ تعلیم مرتب کر کے بہتر تعلیمی منصوبہ بندی کے ذریعے نئی نسل کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔ آج ہمارے ملک میں تعلیم ایک منافع بخش کاروبار بن کر رہ گیا ہے۔ تعلیمی ادارے بچوں کے اخلاق و کردار کی تربیت کرنے کی بجائے ڈگریاں بیچنے کے کارخانے بن چکے ہیں۔ تعلیمی ادارے اس وقت ایک مافیا کی صورت میں کام کر رہے ہیں شاید جن کا مقصد بچوں کی تعلیم و تربیت کے بجائے بڑے

ادارے بنانے کا ریکارڈ قائم کرنا ہے ۔ بچوں کو تعلیم کے ساتھ فنی مہارت کی اشد ضرورت ہے۔ اگر ہمیں ترقی یافتہ ممالک کا مقابلہ کرنا ہے تو ہمیں تعلیمی میدان میں کامیابی حاصل کرنا ہوگی۔ ایک بہترین نظام تعلیم کے ساتھ ساتھ مؤثر تعلیمی پالیسی نافذ کرنا ہوگی۔

## تلخ حقیقت

اسلامی تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ انسانی معاشرے کو ایک ایسا ضابطہ حیات ملے جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر کامل ایمان و اعتقاد سے ہم آہنگ ہو۔ اگر اسلامی تاریخ کی ورق گردانی کی جائے اور اس قلیل اور بے سروسامان جماعت کے کردار پر نظر ڈالی جائے جس نے قیصر وکسریٰ جیسے باجبروت سلطانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالا تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کامیابی کا راز اللہ پر کامل یقین اور اس کے رسولؐ کی رہنمائی پر مضبوطی سے قائم رہنے میں پنہاں ہے، اس لئے اگر کوئی بہتر نظام تعلیم ہے تو وہ وہی ہے جس کو اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی نظام تعلیم انسانی معاشرے کو عدل و انصاف، حق شناسی اور پاکیزگی کے اعتبار سے بلند و بالا بنانے کا خواہش مند ہے۔ اسلام کا نظام تعلیم ضابطہ اخلاق کو استوار کرتا اور لادین عناصر کے مقابلے میں اچھی عادتوں اور عمدہ سیرت و کردار پر زور دیتا ہے کیونکہ لادینیت یا مادہ پرستی کسی بھی قوم کو ذہنی، قلبی اور روحانی سکون فراہم نہیں کرتی جبکہ اسلام میں تعلیم کا رشتہ، دین و اخلاق اور تہذیب وشائستگی سے جڑا ہوا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو خیرالامم کہا گیا ہے۔

اسلامی تعلیم یہی ہے کہ وہ نوجوانوں میں ذہنی، علمی اور دماغی صلاحیتوں کو اعلیٰ انسانی اقدار پر استوار کرتا ہے۔ اسلامی نظام تعلیم ایک بلند نصب العین رکھتا ہے اور وہ بلند نصب العین یہ ہے کہ وہ معاشرے میں نیکی کے رویے کو رائج کرنا چاہتا ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ سوسائٹی میں عدل و انصاف کا دور دورہ ہو، کسی کی حق تلفی نہ کی جائے، ایک دوسرے کا احترام کیا جائے، کسی کی دِل آزاری نہ کی جائے، خالق کی رضا اور نجات آخرت کو پیش نظر رکھا جائے، انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کو ایمانداری و محنت سے ادا کیا جائے۔ دراصل تعلیم ایک معاشرتی عمل ہے۔ پاکستان چونکہ ایک اسلامی مملکت ہے، اس لئے پاکستان میں نظام تعلیم کا مقصد اسلامی نظریات یا اسلامی اقدار کا احیا ہونا چاہیئے لیکن افسوس ایسا کچھ بھی نہیں۔ مقصد کا تعین نہ ہونے کی وجہ بے یقینی جیسی حالت ہے، منتشر راستے جس طرف لے جا رہے ہیں، طلبہ، اساتذہ اور والدین اسی جانب چل رہے ہیں، اس سے وقت، دولت اور عمر کا قیمتی ضیاع کا ضیاع ہو رہا ہے۔ مقصد کے تعین کے بغیر تدریسی عمل بے معنی ہے۔ اساتذہ اور طلبہ دونوں کیلئے تدریس غیر موثر ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مقصد کے تعین کے بغیر مخصوص طریقہ کار اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ مقصد

کے تعین سے اساتذہ کیلئے بھی سہولت ہوتی ہے اور منزل تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ بھی حائل نہیں ہوئی، اس میں کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ پہلے منزل اور اس کی راہ کا تعین کیا جائے اگر راہ کا تعین درست نہ ہو تو بچوں کی رسمی تعلیم وتربیت سے کوئی فائدہ نہیں۔ پاکستان میں بدقسمتی سے کئی طریقوں اور نصابوں سے بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ امیر لوگوں نے انگلش کو ذریعہ تعلیم بنایا ہوا ہے اور وہ بڑے بڑے سکولوں، کالجوں میں اپنے بچوں کو تعلیم دلواتے ہیں۔ ان بچوں نے پہلے دن سے ہی نمبرون درجہ شہری ہونے کا سوچ لیا ہوتا ہے۔ سرکاری سکولوں اور کالجوں میں تعلیم تو اچھی دی جاتی ہے لیکن مسئلہ یہ پیدا ہوتا جاتا ہے کہ بچوں کو ہڑتالوں، جلوسوں پر لگا دیا جاتا ہے جو لوگ بہت غریب اور کمزور ہوتے ہیں، وہ اپنے بچوں کو مدرسوں میں داخل کروا دیتے ہیں کہ اسلامی ملک میں اسلامی تعلیم ضروری ہے۔

ان مدرسوں سے ماشاء اللہ حافظ قرآن بچے بھی نکلتے ہیں مگر بعد میں ان مدرسوں اور دوسرے سکولوں، کالجوں کے پڑھے ہوئے بچوں میں ہم آہنگی پیدا نہیں ہوسکتی۔ زندگی گزارنے کی راہیں بالکل مختلف ہوتی ہیں۔ جن سے معاشرے میں مسائل اور مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ ملک میں بے شک علاقائی، صوبائی زبانوں میں تعلیم دی جائے لیکن ایک سطح پر ایک طرز کا نظام تعلیم ہونا بہت ضروری ہے اور اہم مسئلہ طبقاتی نظام تعلیم بھی ہے موضوع کے طوالت کے خوف اس پر مزید کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن بااختیار ذرائع اس نظام تعلیم کی خرابیوں سے بخوبی واقف ہیں۔

## دینی مدارس کا نظام ونصاب تعلیم

دینی مدارس میں مروج نصاب تعلیم کو درس نظامی کا نصاب کہا جاتا ہے جو ملا نظام الدین سہالویؒ سے منسوب ہے۔ ملا نظام الدین سہالویؒ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے معاصرین میں سے تھے، اس نصاب کے ساتھ اس خاندان کا طرز تدریس روایتی اور کتابی تھا جس میں کتاب کا متن، حاشیہ اور حاشیہ در حاشیہ سمجھنے اور حل کرنے کی صلاحیت بڑھانے پر زور دیا جاتا تھا اور کتاب کے نفس مضمون کی بہ نسبت اس کے دیگر متعلقات وتفصیلات کی طرف استاذ اور شاگرد کی توجہ زیادہ ہوتی تھی، اس طرز تدریس کی افادیت یہ تھی کہ اس سے ذہن وفکر کو تعمق اور گہرائی حاصل ہوتی تھی اور مطالعہ واستنباط کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا تھا، دینی مدارس کے نصاب کے متعلق میری رائے وہی ہے جو میرے اکابرین اور اسلاف کی ہیں۔ وفاق المدارس کے نظام پر پورا اعتماد ہیں کیونکہ تقریباً سات سال سے اسی نظام تعلیم کے ماتحت ہو اور وفاق المدارس العربیہ ماتحت تعلیمی سلسلہ جاری ہے لیکن چند گزارشات اپنے اکابرین کے

قارئین کے نظر کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے نظام تعلیم کے متعلق فرمائے ہیں۔ میرا ارادہ نہ تو وفاق المدارس پر تنقید ہے نہ کسی ذات کی تنقیص لیکن ایک غیر جانبدارانہ تبصرہ جو مولانا زاہد الراشدی صاحب نے غالباً ۲۰۰۱ء میں ایک رسالے میں شائع کیا تھا۔ اسی تقریر سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

زاہد راشدی صاحب لکھتے ہیں کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے نظام تعلیم کے مسئلے پر بہت کچھ فرمایا میں اس موقع پر ان کے دو تین ارشادات نقل کرنا چاہوں گا جس سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ دینی مدارس کے نصاب و نظام میں تبدیلی کی ضرورت پر اکابر علماء کے احساسات اور اس کے ارباب اختیار کے ذہنی وفکری جمود کے درمیان کتنا فاصلہ تھا، حضرت تھانویؒ قرآن کریم کی تدریس کے مروجہ طرز پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قرآن شریف کا طرز عام مصنفین کے طرز پر نہیں ہے بلکہ محاورہ بول چال کا طرز ہے۔ نہ اس میں اصطلاحی الفاظ کی پابندی، ناواقف لوگ اس کو عام تصانیف کے طریقہ پر منطبق کرنا چاہتے ہیں اس لیے سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس مضمون کو صاحب کشاف نے بھی لکھا ہے۔ اس لیے میں کہا کرتا ہوں کہ ضروری صرف ونحو اور کسی قدر ادب پڑھا کر قرآن شریف کا سادہ پڑھا دینا مناسب ہے کیونکہ کتب درسیہ کی تحصیل کے بعد دماغ میں اصطلاحات رچ جاتی ہیں پھر طالب علم قرآن شریف کو اسی طرز پر منطبق کرنے لگتا ہے۔ اس طرح قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ کر پھر فنون ضرور پڑھے کیونکہ بعض مقامات قرآنیہ بغیر فنون کے حل نہیں ہوتے (کلام الحسن) ہمارے دور میں اس مسئلہ پر سب سے زیادہ بحث حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس اللہ سرہ العزیز نے کی ہے اور درجنوں مضامین ومقالات میں انہوں نے نصاب تعلیم اور طرز تدریس میں وقت کے تقاضوں کے مطابق تبدیلی کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ نصاب میں تین طرح کی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔

تخفیف: یعنی بھاری بھرکم نصاب کو کچھ ہلکا کیا جائے اور ایک ہی فن میں درجنوں کتابیں الگ الگ پڑھانے کے بجائے تین چار اہم اور زیادہ مفید کتابوں کی تعلیم دی جائے۔

تیسیر: یعنی مشکل پسندی کا طریقہ ترک کر کے غیر متعلقہ مباحث میں طلبہ کے ذہنوں کو الجھانے کے بجائے نفس کتاب اور نفس مضمون کی تفہیم کو ترجیح دی جائے۔

اثبات وترمیم: یعنی غیر ضروری فنون کو حذف کر کے جدید اور مفید علوم کو شامل کیا جائے۔ حضرت بنوری نے اس سلسلہ میں جن نئے علوم کو نصاب میں شامل کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے، ان میں تاریخ اسلام، سیرت النبیؐ، جدید عربی ادب وانشا، جدید علم کلام، ریاضی اور معاشیات بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ اس مسئلہ پر حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے بھی بحث کی ہے اور انہوں نے فروری کو لکھنؤ

میں عربی مدارس کے نصاب کے بارے میں ایک کمیٹی کی صدارت کرتے ہوئے جو خطبہ ارشاد فرمایا، وہ ہمارے نصاب و نظام پر ایک جامع اور مکمل تبصرہ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے ہر شخص کو اس کا بار بار مطالعہ کرنا چاہئے۔ حضرات! مجھے معاف کیا جائے۔ آٹھ تا بارہ برس تک لڑکے پڑھتے ہیں اور دس سطریں عربی کی صلاحیت کے ساتھ نہیں لکھ سکتے۔ اگر لکھیں گے تو ایسی عربی ہوگی جس کو ایک عرب نہ پہچان سکے گا تو یہ ایک بہت بڑا نقص ہے جو ہندوستان میں پیدا ہوا۔ ضرورت ہے کہ عربی کی تعلیم کو نئے سرے سے قائم کریں۔ بہترین کتابیں موجود ہیں، بہترین مواد موجود ہے، ایسی کتابیں موجود ہیں کہ عربی ادب کے معجزات میں جن کا شمار ہو سکے۔

اسی خطبہ میں مولانا آزاد فرماتے ہیں: میں نے بھی پھٹی ہوئی چٹائیوں پر بیٹھ کر انہی کتابوں کو پڑھا ہے اور میری ابتدائی تعلیم کا وہ سرمایہ ہیں۔ ایک منٹ کے لیے بھی میرے اندر مخالفت کا خیال نہیں پیدا ہوسکتا مگر میرا دل اس بارے میں زخمی ہے۔ یہ معاملہ تو ایسا تھا کہ آج سے ایک سو برس پہلے ہم نے اس چیز کو محسوس کیا ہوتا اور اس حقیقت کو تسلیم کیا ہوتا کہ اب دنیا کہاں سے کہاں آ گئی ہے اور اس کے بارے میں کیا تبدیلی ہمیں کرنا ہے لیکن اگر سو برس پہلے ہم نے تبدیلی نہیں کی تو کم از کم یہ تبدیلی ہم کو پچاس برس پہلے کرنا چاہئے تھی لیکن آج اپنے مدرسوں میں جن چیزوں کو ہم معقولات کے نام پر پڑھا رہے ہیں، وہ وہی چیزیں ہیں جن سے دنیا کا دماغی کارواں دو سو برس پہلے گزر چکا۔ آج ان کی دنیا میں کوئی جگہ نہیں ہے الغرض دینی مدارس کی تمام تر خدمات، قربانیوں، ایثار اور تاریخی کردار کے باوجود آج کے دور کے تقاضوں اور ضروریات کے حوالے سے ان کے نصاب و نظام میں ضروری رد و بدل اور مناسب ترمیم و اضافہ وقت کی ایک اہم ترین ضرورت ہے جس کی طرف اکابر علمائے حق ہر دور میں توجہ دلاتے چلے آ رہے ہیں اور ہماری گزارش بھی یہی ہے کہ وقت کے تقاضوں کو محسوس کیا جائے، دینی ضروریات کو سامنے رکھا جائے اور مستقبل کے امکانات و خطرات کا ادراک کرتے ہوئے باہمی مشاورت کے ساتھ جو تبدیلی بھی ناگزیر ہو، اسے اختیار کرنے میں تامل سے کام نہ لیا جائے۔

اس سلسلہ میں دینی مدارس کے سینئر اساتذہ اور دور حاضر کے مسائل وضروریات پر نظر رکھنے والے ارباب علم و دانش کے درمیان وسیع پیمانے پر مذاکروں اور مباحثوں کی ضرورت ہے۔ ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سنجیدگی کے ساتھ سننے اور اس کی روشنی میں تمام پہلوں کا جائزہ لیتے ہوئے قدم بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ وفاق المدارس العربیہ کو قائم و دائم رکھے اور پہلے سے مضبوط تر بنائیں۔ (آمین)

سفرنامہ ترکی مولانا ڈاکٹر قاسم محمود
صدر مجلس علمائے کراچی و جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم

# دیارِ خلافت کا سفر شوق

(قسط ۷)

باسفورس کے کنارے ذرا فاصلے پر ایک اونچی پہاڑی گھاٹی تھی۔ یہ ایک خوبصورت سیاحتی پوائنٹ ہے۔ عام حالات میں سیاح یہاں چیئر لفٹ کے ذریعے سیر وتفریح سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ہمیں بھی یہی بتایا گیا تھا کہ چیئر لفٹ پر تفریح ہوگی، تاہم ہم یہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ سہولت فی الحال بند ہے۔ ہم نے پوچھا تو نہیں مگر اندازہ یہی ہوا کہ یہ چیئر لفٹ بھی کورونا وائرس کی احتیاطی تدابیر کی زد میں آ گئی ہے۔ بلاشبہ یہ ایک اچھی تفریح ہوتی مگر عام طور پر اس سے ہر کوئی لطف اندوز نہیں ہوسکتا، یہ بھی تجربہ اور قدرے مہارت کا کھیل ہے۔ ہم نے تو دل ہی دل میں شکر ادا کیا کہ اچھا ہوا چیئر لفٹ سروس کو ''کورونا ہوگیا'' ہے، ورنہ ہمیں خدا جانے کس طرح کے تجربے سے گزرنا پڑتا، راستے میں بھی دھیان اسی طرف لگا ہوا تھا کہ کہیں مشکل پیش نہ آ جائے، دراصل جس کو پہلے سے اس پر بیٹھنے کا تجربہ نہ ہو اور وہ پہلی بار بیٹھ رہا ہو تو اسے گھبراہٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے، میرے لئے یہ چیز نئی تو نہیں تھی مگر چیئر لفٹ کا تجربہ کئے کافی عرصہ ہو چلا تھا، اس لئے دل پوری طرح آمادہ نہیں تھا۔ بہت سے لوگوں کیلئے یہ ایک اعصابی اور نفسیاتی پرابلم بھی ہوتی ہے، مثلاً کسی کا دل پانی سے گھبراتا ہے اور کوئی اونچائی سے گھبراتا ہے اور الجھن کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ کیفیت طبی نقطہ نظر سے بھی بیماری میں شمار ہوتی ہے۔ اسی طرح کمزور دل والے حضرات بھی ایسے مقامات پر گھبراہٹ، ضیق نفس اور تنفس و آکسیجن کے مسائل سے دوچار ہوجاتے ہیں۔ بہر حال! چیئر لفٹ سروس نہ پاکر ہمیں قدرے خوشی اور ایک گونہ اطمینان ہی ہوا۔ ویسے بھی ہم پہاڑی پس منظر رکھتے ہیں، پہاڑوں پر پیدل چلنے کے عادی ہیں۔ ہمارا گاؤں ڈنہ پاشتو تحصیل الائی ضلع بٹگرام بھی ایسا ہی ایک بلند پہاڑی علاقہ ہے جہاں تک پہنچنے کا راستہ بہت پر پیچ ہے۔ بیشتر ہمیں پیدل ہی سفر کرنا پڑتا ہے، اس لئے چیئر لفٹ کی ہوائی تفریح کے مقابلے میں پہاڑی کی چڑھائی یا پیادہ طے کرنا ہمارے لئے زیادہ آسان اور اطمینان بخش تھا۔ چنانچہ جب بتایا گیا کہ چیئر لفٹ کی سہولت بند ہونے کی وجہ سے چل کر اوپر جانا پڑے گا تو ہم بخوشی آگے بڑھ گئے۔ یہ مختصر سی پہاڑی تھی، پگڈنڈی نما راستے بھی زیادہ دشوار گزار نہیں تھے۔ اسلئے ہم

سکون سے چلتے ہوئے پہاڑی کے اوپر پہنچ گئے۔ چوٹی پر مناسب جگہ موجود تھی، جہاں سے ایک طرف استنبول شہر کا بڑا حصہ تا حد نظر ہمارے سامنے پھیلا ہوا تھا اور دوسری طرف باسفورس کا پانی بڑے سکون سے بہتا نظر آ رہا تھا۔

## آبنائے باسفورس

ابتدا میں ہم مختصرا بتا چکے ہیں کہ جغرافیائی اصطلاح میں آبنائے پانی کے اس چھوٹے حصے کو کہتے ہیں جو پانی کے دو بڑے حصوں کو باہم ملائے۔ آبنائے باسفورس جسے آبنائے استنبول بھی کہتے ہیں، یہ پانی کا وہ چھوٹا حصہ ہے جو پانی کے دو بڑے حصوں شمال میں بحیرہ اسود اور جنوب میں بحیرہ مرمرہ کو ایک دوسرے سے ملاتا ہے مگر چھوٹا حصہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ کوئی ندی ہے نہ بابا، جنہوں نے دیکھا ہے انہوں نے تو دیکھا ہے جنہوں نے نہیں دیکھا وہ جان لیں کہ یہ چھوٹا حصہ بھی پورا ایک سمندر ہے، چنانچہ آبنائے باسفورس دنیا کی ان چند مصروف ترین آبی گزرگاہوں میں سے ہے، جس میں بین الاقوامی جہاز رانی ہوتی ہے اور بڑے بڑے دیوہیکل بحری جہاز ہزاروں ٹنوں سامان تجارت سے لدے یہاں سے گزرتے رہتے ہیں، اس اونچی چوٹی جہاں ہم کھڑے تھے، سے ہم اپنے سامنے ان جہازوں کو بحیرہ اسود سے مرمرہ اور مرمرہ سے بحیرہ اسود کی طرف آتے جاتے دیکھ سکتے تھے اور یہ بہت ہی دلکش منظر تھا۔

تاہم بدقسمتی یہ کہ پہلی جنگ عظیم کے اختتام پر جب خلافت کا خاتمہ کیا گیا، عالمی طاقتوں نے دھوکا، دھونس، ناانصافی اور زور آوری سے سو سال کا معاہدہ کر کے ترکی کو اس آبنائے کی آمدن سے محروم کر دیا، چنانچہ ۱۹۲۳ء تک ترکی نہ صرف یہ کہ اس آبنائے سے گزرنے والی ٹریفک سے محصول لے سکتا ہے اور نہ ہی یہاں کوئی اور ایسا تصرف کر سکتا ہے جس سے بین الاقوامی جہاز رانی کی مفت سہولت متاثر ہوتی ہو، بہرحال! اب یہ اس ظلم کی شب تاریک کا بھی سحر ہونے والا ہے۔ ایک سال بعد ان شاء اللہ ترکی اپنی اس آبنائے سے ہر طرح معاشی فوائد حاصل کرنا شروع کر دے گا۔ باسفورس استنبول اور ترکی کے ایشیائی اور یورپی حصوں کے درمیان حد فاصل بھی ہے۔ یہ سمندر استنبول اور ترکی کے ایشیائی حصے اناطولیہ کو یورپی حصے رومیلیا سے علیحدہ کرتا ہے۔ اس آبنائے پر بہت بڑا پل بنا ہوا ہے جو استنبول کے عظیم فاتح سلطان محمد فاتحؒ کے نام پر فاتح برج کہلاتا ہے۔ یہ پل ترکی اور استنبول کے ان دو براعظمی ٹکڑوں کو باہم ملانے کا ذریعہ ہے اور یہ بھاری ٹریفک کو چوبیس گھنٹے آر پار کرتا ہے۔

## ترکی کی پہاڑی چوٹی پر ختم نبوت زندہ باد کے نعرے

ہم جس پہاڑی چوٹی پر تھے یہ استنبول کے یورپی حصے میں واقع ہے۔ہم نے یہاں سے جی بھر کر اس عظیم شہر اور عظیم آبنائے کے دلکش اور مسحور کن نظاروں سے نگاہوں میں سرور اتارا۔ اس دوران یہاں موقع کی مناسبت سے فاتح قادیانیت وکیل ختم نبوت حضرت مولانا محمد الیاس چنیوٹی صاحب نے ختم نبوت کے موضوع پر اپنے دلکش روایتی علمی انداز میں جامع جاندار اور بہت ہی مدلل پر مغز اور معلومات افزا تقریر کی جس سے نہ صرف ہم سب کے دل جھوم اٹھے بلکہ بے ساختہ تمام دوستوں نے اس وادی اور پہاڑی چوٹی پر ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعرے بلند کیے اور دل ایمانی طاقت کے اظہار سے دہل کر رہ گئے۔اس کے ساتھ ہی ہمارے رفیق سفر اور پرسوز آواز کے مالک ثنا خواں جناب عبدالباسط حسانی صاحب نے نہایت خوبصورت آواز میں نعت رسول مقبول بھی پیش کی، جس سے دل ونظر کا سرور دوبالا ہوا۔

## سرشام ''عشائیہ'' اور واپسی

یہاں سیر وتفریح کرتے ہوئے ہمیں کافی دیر ہوگئی تھی اور عصر کا وقت شروع ہو چکا تھا، ہم نے عصر کی نماز ادا کی اور چوٹی سے ہوتے ہوئے اپنی بسوں پر بیٹھ گئے، حسب ترتیب ہم نے آج بھی عشائیہ سات بجے سے پہلے نمٹانا تھا۔اس کیلئے منتظمین نے اسی ہوٹل کا دوبارہ انتخاب کیا تھا جہاں ہم نے ترکی میں پہلا ناشتہ کیا تھا۔ایک بار روایتی اشتہا انگیز کھانوں اور طرح طرح کی نعمتوں سے بھرا دستر خوان سجا دیا گیا اور ایک بار پھر بہت شوق سے سیر ہو کر کھانا کھایا گیا، کھانے کے بعد دوبارہ بسوں میں بیٹھ کر ہم اپنے ہوٹل واپس آ گئے اور تمام ساتھی جو دن بھر کی دلنشین سیاحتی مصروفیت کے باعث آرام کی ضرورت محسوس کر رہے تھے، اپنے معمولات نمٹانے اور آرام کرنے کے لئے اپنے کمروں میں چلے گئے۔آج ۳۰/مارچ اور ہمارے سفر کا چوتھا، جبکہ ترکی میں ہماری آمد کا تیسرا دن تھا، دو بھرپور دن گزار چکے تھے، جزیرے سے واپسی پر گزشتہ شام منتظمین نے ہمیں آگاہ کر دیا تھا کہ صبح تمام ساتھی ناشتے کے بعد ہوٹل کی لابی میں جمع ہوں، اس کے بعد ہم برصا شہر کی سیر کو چلیں گے، آگے بڑھنے سے پہلے ذرا ایک نظر برصا شہر کے تعارف پر ڈالتے ہیں۔

## سلطنت عثمانیہ کا قدیم دارالحکومت بورصہ یا برصا

برصا یا بورصہ جمہوریہ ترکی کا شمال مغربی شہر ہے اور ترکی کے صوبہ برصا کا دارالحکومت ہے، یہ

ترکی کا چوتھا بڑا شہر ہے اور پورا شہر ایک خوبصورت پہاڑ اولوداغ کے دامن میں کسی دلہن کی طرح سجا، سنورا اور آباد ہے اور اسی پہاڑ کے باعث قدیم زمانے سے مشہور ہے۔ اس شہر کو اس کے باغات اور ہریالی کی وجہ سے یشیل برصا بھی کہا جاتا ہے، یشیل ترک زبان میں سبزے کو کہتے ہیں، جس کے معنی سبز یا سرسبز برصا ہیں، برصا پہاڑی شہر ہونے کی وجہ سے سرد اور برفانی ہے۔ یہ ترکی کے ان شہروں میں سے ہے، جہاں خوب سردی اور برف پڑتی ہے یہاں برفانی مختلف تفریح گاہیں اور پکنک پوائنٹس قائم ہیں، جہاں دور دراز سے سیاح سیر و تفریح کیلئے آتے ہیں جن کیلئے یہاں کے سردیوں کے پکنک پوائنٹس میں موسم کے لحاظ سے بہترین انتظامات کیے جاتے ہیں، ہوٹلوں کے کمروں کو نلوں کے گرم پانی سے گرم رکھا جاتا ہے، ایسے ریسٹورنٹ اور ریزورٹ بھی یہاں موجود ہیں جہاں سیاحوں کو کوئلوں سے بھری انگیٹھی جلا کر دی جاتی ہے اور ساتھ ہی گائے، بکرے اور دنبے کا نمک اور زیرہ چھڑکا ہوا تازہ گوشت موجود ہوتا ہے، اپنی پسند کے مطابق گوشت لے لیں اور کھلی فضا میں اپنے ہاتھوں سے ان انگیٹھیوں پر بھون کر کھائیں، آگ بھی تاپیں، لذیذ اور تازہ گوشت بھی نوش جاں کریں۔ یہاں ایک صدیوں پرانے درخت کا بھی بڑا شہرہ ہے یہ بہت بڑا اور گھنا درخت ہے، جس کی شاخوں کے سائے میں ایک ریسٹورنٹ موجود ہے، سیاح یہاں کے انوکھے تجربے سے بھی شادکام ہوتے ہیں۔

برصا کی ایک اور وجہ شہرت عثمانی سلاطین اور شہزادوں کی قبریں، محلات اور نوادرات ہیں، جنہیں دیکھنے کیلئے لوگ دور دور سے سفر کرتے ہیں اور عجیب سرور حاصل کرتے ہیں۔ یہ شہر اپنے زرخیز میدانوں کے باعث بھی مشہور ہے۔ یہاں پانی وافر مقدار میں موجود ہے، دریا، ندیاں، آبشاریں اور جھیلیں اس شہر کی خاصیت ہیں، کہا جاتا ہے کہ پورے ترکی کا پچاس فیصد سے زیادہ پانی کی ضرورت یہی شہر پورا کرتا ہے۔

اس شہر کو سلطنت عثمانیہ کے بانی عثمان خان اول ( جو اطغرل غازی کے بیٹے تھے ) نے فتح کیا۔ تاریخ میں دلچسپی رکھنے والے جانتے ہیں کہ عثمان خان اول ( جو آج بھی عثمان غازی کے نام سے ترکوں کے دلوں میں بستے ہیں ) کے والد ارطغرل غازی سلجوقی سلطنت کے ایک جاگیردار تھے۔ سلجوق سلطان نے ان کی بہادری کو دیکھ کر انہیں رومی سلطنت کی سرحد کے قریب سرحدی علاقے میں جاگیر دی تھی جس کا ایک مقصد سرحدوں کی حفاظت بھی تھا، اس خاندان نے اپنی بہادری سے نہ صرف سلجوقی سلطنت کی سرحدوں کا تحفظ کیا بلکہ رومی سلطنت کی طرف پیش قدمی کرکے اپنی جاگیر اور آل سلجوق کی سلطنت میں بھی اضافہ کیا، ارطغرل غازی کے عہد میں سلجوق سلطنت آخری دموں پر تھی، ارطغرل غازی چاہتے تو اپنی خودمختاری کا اعلان کر سکتے تھے مگر انہوں نے سلجوقیوں کو اپنا محسن سمجھ کر ایسا

کرنے سے گریز کیا اور بدستور تخت قونیہ (جو سلاجقہ روم کا پایہ تخت تھا) کے وفادار رہے۔

ارطغرل غازی کی جاگیر کا صدر مقام اِسکی شہر تھا جو آج بھی ترکی کا ایک اہم شہر ہے، ارطغرل کی وفات کے بعد منگولوں کے ہاتھوں سلجوق سلطنت کا خاتمہ ہوگیا تو ارطغرل غازی کے بیٹے عثمان خان اول نے نہ صرف اپنی وسیع جاگیر کا بہادری سے کامیاب دفاع کیا بلکہ اس کے ساتھ ہی اپنی خودمختاری کا بھی اعلان کردیا، یوں اِسکی شہر میں غازی عثمان خان اول کے ہاتھوں سلطنت عثمانیہ کی بنیاد پڑی، اس کے ساتھ ہی عثمان خان نے رومی بازنطینی سلطنت کی طرف پیش قدمی بھی جاری رکھی اور اپنی وفات سے پہلے برصا شہر کو فتح کرلیا اور اس کے ساتھ ہی برصا سلطنت عثمانیہ کا دوسرا دار الحکومت قرار پایا اور تقریباً چالیس سال تک اس شہر کو دار الحکومت کا اعزاز حاصل رہا۔

سلطان بایزید یلدِرِم سلطنت عثمانیہ کے چوتھے تاجدار اور ایک بہادر فاتح تھے۔ یلدِرِم ترک زبان میں بجلی کو کہتے ہیں، سلطان نے یورپ میں اتنے علاقے فتح کیے کہ انہیں یلدرم کا لقب دیا گیا، بایزید یلدرم نے برصا شہر میں بیس گنبدوں پر مشتمل ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کروائی، اس مسجد کو عثمانی سلطنت کی سب سے پہلی بڑی مسجد کا اعزاز حاصل ہے، یہ مسجد آج بھی اولو جامع کے نام سے اس شہر کے ماتھے کا جھومر ہے، سلطان بایزید یلدرم بھی اپنے پیشرو سلاطین کی طرح یہاں آرام فرما ہیں۔

عثمانیوں نے اس شہر کی روایتی ہنرمندی کو اپنے ذوق کے مطابق ڈھالا جس کے نتیجے میں یہ شہر استنبول کے بعد عثمانی تاریخی اثرات و شاہکاروں کا مسکن بنا۔ اپنی قدرتی خوبصورتی اور صاف شفاف پانیوں کی بدولت یہ شہر گرمی اور سردی دونوں موسموں میں سیاحوں کی توجہ اپنی جانب کھینچتا ہے۔

## جذب بیتاب

اب ہم استنبول سے برصا کی طرف پا بہ رکاب ہونے والے تھے، ایک سابق دار الحکومت سے دوسرے سابق دار الحکومت کی طرف سفر کا ولولہ انگ انگ میں بھر گیا تھا، استنبول میں اگر محمد الفاتح کے بعد کے بیشتر خلفا و سلاطین آرام فرما ہیں اور ان کے آثار و شاہکاروں سے استنبول کا چپہ چپہ معمور ہے تو بورصہ بھی ہماری تاریخ پر اثر انداز ہونے والے بہت سے عظیم کرداروں کا مسکن، مدفن اور مستقر رہا ہے اور یہی چیز ہمارے دل بے تاب میں شوق سفر کا جذبہ مچلا رہی تھی۔ اس شوق اور جذبے کا کیا ٹھکانہ ہوسکتا ہے جو دنیا کے دو براعظموں پر پھیلی ہوئی عظیم خلافت عثمانیہ کے بانیوں عثمان خان غازی، غازی اورخان سے لے کر عظیم سلطان یلدرم تک کے دربار میں حاضری کی جستجو میں گندھا ہوا ہو۔

## بورصا کا محل وقوع

بورصہ شہر بورصہ صوبے کا دار الحکومت ہے اور یہ ایشیائے کوچک جسے اناطولیہ بھی کہتے ہیں یعنی ترکی کے ایشیائی خطے میں واقع ہے۔ ہم استنبول شہر کے اس حصے میں ٹھہرے ہوئے تھے جو یورپ میں واقع ہے، بورصہ استنبول ہی کی طرح بحیرہ مرمرہ کے کنارے واقع ہے، یوں سمجھ لیں کہ برصا استنبول کے ایشیائی یعنی مشرقی حصے کے پہلو میں واقع ہے اور اس کے عین سامنے مرمرہ کے دوسری طرف استنبول کا مغربی یعنی یورپی حصہ پڑتا ہے۔

## برصا کا راستہ

استنبول کے یورپی حصے سے برصا تک پہنچنے کا ایک راستہ خشکی کا ہے، برصا یہاں سے کوئی پونے تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، خشکی کے راستے میں آپ کو آبنائے باسفورس پر محمد الفاتح پل عبور کر کے جانا پڑتا ہے اور یہ تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے کے دورانیے پر مشتمل سفر ہے۔ برصا پہنچنے کیلئے دوسرا راستہ سمندری ہے، بحیرہ مرمرہ میں سفر کر کے بلکہ یوں سمجھئے کہ ایک طرح سمندر کے پاٹ کو عمودی انداز میں عبور کر کے پار اترنا پڑتا ہے، سمندری سفر کے بھی دو آپشن ہیں، ایک کروز شپ کے ذریعے آپ برصہ آجا سکتے ہیں، دوسرا ذریعہ چھوٹی کشتیوں کا ہے۔ کروز شپ میں گاڑیوں سمیت سوار ہوا جاسکتا ہے، یہ سمندری سفر تقریباً پون گھنٹہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

## برصہ روانگی

ہم سویرے ہی اٹھ چکے تھے، تمام ساتھی بھرپور نیند لینے کے بعد نئے سفر کیلئے تازہ دم تھے، اس کے ساتھ مقامی ذائقوں اور غذائیت سے بھرپور ناشتے کے بعد تو معدہ بھی سفر کیلئے یک دم چست و بیدار ہوگیا۔ گویا اب ہم دل، دماغ، جسم اور معدہ سمیت سفر کیلئے بالکل تیار تھے، کمروں سے اٹھتے وقت تمام ساتھی ناشتہ کر کے حسب ترتیب ہوٹل کی لابی میں اکٹھے ہوئے، ہمیں آگاہ کیا گیا کہ برصہ کیلئے خشک و تر پر سفر کے دو آپشن عام ہیں اور تیسرا خاص آپشن فضائی سفر کا ہے، جو اپنے پلے سے استطاعت رکھنے والوں کیلئے ہے۔ کھڑے کھڑے مختصر مشاورت میں آخر کار جانا ہمارا برصہ بذریعہ سمندری راستہ طے ہوا اور سبھی اپنا دستی سامان اٹھا کر بسوں کی طرف چل پڑے۔ (جاری ہے)

ادارہ

# افکار و تاثرات

مولانا قاضی محمد طیب حقانی عمر زئی چارسدہ
مولانا امیر جان حقانی، گلگت

## ایک ہمہ گیر اور عالمگیر سوچ کی حامل شخصیت

برادرم جناب مولانا راشد الحق سمیع صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے مزاج گرامی خیریت سے ہوں گے۔علم وحکمت کا آفتاب درخشاں، عظمت وشرف کا نیر تاباں، محبت اور اخلاص ووفا کا پیکر دلنواز، تحقیق وتدقیق کے کوہ ہمالہ، میدان سیاست وسیادت کا بے تاج بادشاہ استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ جو اپنی علمی، تحقیقی اور سیاسی کارناموں کے بدولت اپنے زمانے کے علماء میں بمثل آفتاب تھے، ان کا نام نامی سن کر ذہن کے آئینے میں ایک جلیل القدر مفسر ومحدث، عبقری محقق، قاطع فکر وفلسفہ الحاد جدید و قدیم، شفیق معلم، بہترین سیاسی فکر کے حامل اور عالمی سیاست پر گہری نظر رکھنے والی شخصیت کی تصویر منعکس ہوتی ہے جن کی تحقیقی وتنقیدی مقالات وتحریرات کو دیکھ کر قاسم العلوم والخیرات حضرت نانوتویؒ کی یاد تازہ ہوتی ہے اور جن کو پڑھ کر وقت کے بڑے بڑے علماء، فضلاء اور دانشور انگشت بدنداں ہیں، علم تفسیر وحدیث کے بے شمار لاینحل مسائل کو حل پیش کر کے ارباب علم ودانش سے خراج تحسین وآفرین حاصل کر چکے ہیں، قدرت نے ان کو تحقیق وتدقیق اور موقع شناسی کا فکر وفہم مستقیم، طبع صحیح اور ذوق سلیم عطا فرمایا تھا۔ان کی ''تفسیر لاہوری''، ''زین المحافل''، ''ذاتی ڈائری''، '' اسلام اور عصر حاضر'' اور ''اسلام کا نظام اکل وشرب''، ''مکتوبات مشاہیر''، ''خطبات مشاہیر'' کو آپ پڑھتے جایئے زبان وبیان کے بہترین الفاظ کا حسن انتخاب، عمدہ تشبیہات واستعارات، شگفتہ بندشیں، شستہ تراکیب، سبک اور حسین فقرات وعبارات، بصیرت ومعرفت کے سحر انگیز تعبیرات، فصاحت وبلاغت کے بہترین نمونے اور حقیقت بیانی، نباضی اور جہاندیدگی سے بہرہ ور افکار وخیالات آپ کو ملیں گے۔

جس طرح اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اسلام کو عالمگیر سوچ وفکر رکھنے والے شخصیات سے بھی نوزا ہے۔استادمحترم جیسی عظیم ہستی کے بارے میں عالم اسلام کے عبقری شخصیات نے جس انداز سے خراج تحسین پیش کیا یعنی چار عظیم جلدیں بنیں شاید کہ کسی اور شخصیت کے بارے میں اس انداز سے خراج عقیدت پیش کیا گیا ہو۔نیز مولانا راشدالحق سمیع اوران کی پوری ٹیم لائق صدستائش ہیں کہ انہوں نے اتنی محنت ولگن سے حضرت شیخ کے بارے تاثرات کو یکجا کرکے امت کے سامنے پیش کیا واقعی خلف الرشید ہونے کا حق ادا کردیا۔اللہ تعالیٰ سے دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ان مساعی جمیلہ کوشرف قبولیت سے نوازے۔

(مولانا) قاضی محمد طیب حقانی عمرزئی

---

## مولانا سمیع الحق شہیدؒ نمبر: میرے لیے اعزاز

برادرم محترم جناب مولانا راشدالحق سمیع صاحب، حفظہ اللہ رعاہ، مدیر اعلیٰ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے مزاج گرامی خیریت سے ہوں گے۔

یہ میرے لیے اطمینان اورخوشی کی بات ہے کہ میں جامعہ حقانیہ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اورشہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحقؒ کا خوشہ چیں بھی ہوں اورآپ سب حضرات کی علمی وادبی اور دینی خدمات کا دل ودماغ سے معترف بھی ہوں۔میری دلی چاہت تھی کہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سے باقاعدہ شرف تلمذ حاصل ہومگر رسمی تعلیم کی تکمیل کے فورا بعد اللہ رب العزت نے تدریس(کالج ومدرسہ) کا موقع دیا جس کی وجہ سے مزید تعلیم باقاعدہ رسمی طور پر جاری نہ رکھ سکا،تاہم جامعہ حقانیہ اور فضلائے حقانیہ سے کسی نہ کسی طرح استفادہ کی شکل بن رہی ہے۔الحمدللہ

ماہنامہ ''الحق'' اور ماہنامہ ''القاسم'' میرے نام آتے ہیں،اس میں آپ اور مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی تحریریں اوراداریہ خصوصیت کے ساتھ پڑھنے کا موقع مل رہا ہے، یہ مجلّات مطالعہ کیلئے اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو بھی پڑھنے کیلئے دیتا ہوں وہ بھی برابراستفادہ کرتے ہیں۔

برادرم اسرارمدنی کے توسط سے یہ بات میرے علم میں تھی کہ ماہنامہ'' الحق'' کی خصوصی اشاعت ''شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ'' پرکام ہورہا تھااورانتہائی عرق ریزی سے ہورہا ہے جب خصوصی اشاعت کے پبلش ہونے کی خبر میری سماعتوں سے ٹکرائی تو یقین جانیں دل ودماغ معطر

ہونے لگا لیکن ساتھ ہی یہ اندیشہ بھی پریشان کرتا رہا کہ کب یہ پڑھنے ملے گا۔اپنے اوپر ضبط نہ کرسکا فوراً برادرم اسرار مدنی سے کہا کہ ''الحق'' کا خصوصی نمبر چاہیے۔ انہوں نے فوراً میرا پیغام آپ تک پہنچایا اور ساتھ یہ وعدہ بھی کیا کہ اگر وہاں سے نہ بھیجا جاسکا تو میں اپنا والا سیٹ آپ کو ارسال کرونگا۔ بہر حال! آپ نے چار جلدوں پر مشتمل خصوصی نمبر ارسال فرما کر دل خوش کردیا جو ۳ر فروری ۲۰۲۲ کو موصول ہوا۔ دیکھتے ہی دل باغ باغ ہوافجزاکم اللہ خیر کثیرا میگزین کی ابتدائی ورق گردانی اور کچھ مضامین پڑھنے کے بعد سوشل میڈیا کے لیے چند کلمات تحریر کیے تھے، وہ بھی یہاں پیش کرنا چاہوں گا، ملاحظہ ہو:

ماہنامہ ''الحق'' ملک عزیز کا معروف علمی، ادبی اور دینی مجلّہ ہے، ماہنامہ ''الحق'' کی عمر نصف صدی سے زیادہ ہے،گزشتہ ۲۰ سال سے میگزین الحق پڑھنے کا موقع مل رہا ہے۔ ۸ر سال سے ''الحق''، گلگت میرے نام آتا ہے۔مولانا سمیع الحق شہیدؒ اس کے بانی تھے اور ان کی شہادت کے بعد جامعہ حقانیہ کا ذیلی ادارہ ''موتمر المصنفین'' اور ''الحق'' کی ٹیم نے مولانا مرحوم پر ایک شاندار خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔

ہزاروں صفحات پر مشتمل یہ خصوصی شمارہ (چار ضخیم جلدیں) منصۂ شہود پر آچکا ہے اور کل ہی مجھے اعزازی طور پر موصول ہوا ہے، بالاستیعاب مطالعہ کے بعد اس پر باقاعدہ کالم بعد میں لکھا جائے گا تاہم آپ احباب کو یہ بتانا ہے کہ ماہنامہ ''الحق'' کی خصوصی اشاعت میں میری دو تحاریر شامل ہیں جو مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر لکھا تھا۔ادارہ ''موتمر المصنفین'' نے میرے لیے جو اعزازی اور خلوص و محبت بھرے کلمات تحریر کیے ہیں یہ یقیناً ان عظیم اہل علم وقلم کی ذرہ نوازی اور مہر و وفا ہے اور میرے لیے کسی بڑے سول ایوارڈ سے کم نہیں۔

ایک طالب علم کے لیے اس سے بڑی خوشی کی کیا بات ہوگی کہ ایک آزاد یونیورسٹی کا ''موتمر المصنفین'' اس کی تحاریر خصوصی اشاعت میں شامل کرے اور ادارے کی طرف سے انہیں اعزازی کلمات سے بھی نوازا جائے اور ہاں ''موتمر المصنفین'' کے احباب نے مجھے '' اہل علم و دانش'' کے باب میں شامل کیا، فجزاکم اللہ خیرا اللہ آپ کی زبان میرے حق میں مبارک کرے، یہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ترتیب اور فیض کا کمال ہے اور شہید کے جگر پاروں کی وسعت ظرفی ہے کہ وہ اپنے چاہنے والوں کو مکمل ریگارڈ دیتے ہیں اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں ورنہ تو ہمارا عمومی رویہ اس کے برعکس ہے احباب کیا کہتے ہیں؟

گزشتہ کئی دنوں سے شدید مصروفیات کے باوجود اکثر ابواب کا مطالعہ کیا ہے، بعض اکابرین کی تحریریں بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔''الحق'' کی اس خصوصی اشاعت میں بہت سارے احباب کی محنت شامل ہے تاہم آپ اور مولانا عبدالقیوم حقانی کی کاوشیں سب سے زیادہ محسوس کی جارہی ہیں جس حسن خوبی کے ساتھ مضامین کا انتخاب کیا گیاہے اور شعبہ ہائے زندگی کے تمام احباب اور اکابرین کو کیٹگرائز کرکے ہر ایک کو انتہائی مناسب اور بہتر جگہ پر رکھا گیاہے اس کی مثالیں کم ملتی ہیں، یقیناً یہ کام دقت طلب ہونے کے ساتھ علم و ادب کا متقاضی بھی ہے۔اہل علم وقلم ہی ایسا کرسکتے ہیں، ہرانسان کے بس کی بات بھی نہیں ہوتی ہے۔

''الحق'' کی اس ضخیم اشاعت میں اس فقیر کی بھی دو تحریریں شامل ہیں اور یہ میرے لیے اعزاز سے کم نہیں کہ مجھے اس میں شامل کرنے کے ساتھ اہل علم و دانش کی فہرست میں رکھا گیا اور ادارہ کی طرف سے میرے لیے ایک پورا تعارفی پیراگراف لکھا گیا، اس ذرہ نوازی کے لیے ادارہ ''موتمرالمصنفین'' اور آپ کا بالخصوص شکریہ ادا کرتا ہوں۔اللہ رب العزت جزائے خیر دے۔

دل کی بات یہ ہے کہ بہت کم شخصیات پرضخیم مجلّے شائع کیے جاتے ہیں لیکن الیکٹرانک میڈیا اور بالخصوص تیز ترین سوشل میڈیا کے اس دور میں کسی علمی شخصیات پر اتنا شاندار، علمی وادبی اور ضخیم مجلّے کی اشاعت جان جوکھوں کا کام ہے۔

آپ اور آپ کی ٹیم نے یہ منزل بھی طے کیا ہے، یہ مولانا شہیدؒ کا حق بھی تھا کہ ان پر ایسا ہی ضخیم مجلّہ شائع کیا جائے، ہر ہر جلد سے خوشبو آرہی ہے، ہر جلد اور ہر باب وعنوان کا اپنا الگ ذائقہ ہے، بہر حال! اللہ آپ کی علمی کاوشوں کو قبولیت سے نوازے۔

میری طرف سے ''موتمرالمصنفین'' کے احباب اور آپ اور مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب اور شیخ الحدیث مولانا انوارالحق صاحب حفظہ اللہ ورعاہ کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے سلام عقیدت قبول ہواور کامیاب اشاعت پر آپ سب مبارکباد کے مستحق ہیں، اللہ قبول فرمائے۔

والسلام مع الاکرام

امیر جان حقانی (فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی)

اسسٹنٹ پروفیسر، پوسٹ گریجویٹ کالج مناور گلگت

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

# دارالعلوم کے شب و روز

## جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی سالانہ مجلس شوریٰ کا اجلاس

۷/فروری ۲۰۲۲ء بروز پیر بمطابق ۵/رجب ۱۴۴۳ھ کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی سالانہ مجلس شوریٰ کے اجلاس کا انعقاد امام الشہداء حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ اکیڈمک بلاک میں مہتمم جامعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی زیر صدارت منعقد ہوا، نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے آئے ہوئے معزز اراکین شوریٰ کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت مہتمم صاحب نے آئندہ سال۴۴۔۱۴۴۳ھ کا بجٹ پیش فرمایا جسے اللہ کے توکل پر اراکین شوریٰ نے منظور کیا، مولانا راشد الحق صاحب نے شوریٰ کے اجلاس کے لئے جدید اور بہت ہی خوبصورت انداز میں سیٹنگ اور انتظامات کئے تھے، اجلاس کے حسن ترتیب پر تمام شوریٰ کے ارکان نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔

## جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی جلسہ دستار بندی

۱۶/فروری : جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی سالانہ تقریب دستار بندی کی پرنور تقریب ایوان شریعت (دارالحدیث) میں منعقد ہوئی، جس میں پندرہ سو سے زائد حفاظ، فضلاء اور مفتیان کی دستار بندی کی گئی، دوسرے دن ۱۷/فروری کو موسم خراب ہونے کے باوجود مرکزی تقریب کا اہتمام جامعہ کے نئے اکیڈمک بلاک کے سبزہ زار میں ہوا، حسب سابق ہزاروں فرزندان دین ملک بھر سے تقریب میں شرکت کیلئے جامعہ حقانیہ پہنچے، نماز ظہر کے بعد باقاعدہ تقریب کا آغاز کیا گیا۔ تلاوت کلام پاک ونعت رسول ؐمقبول کے بعد نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ نے اپنے خطاب میں ملک بھر سے آئے مہمانان گرامی کا شکریہ ادا کیا، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے تاریخی کردار پر روشنی ڈالی۔ ملک وملت کو درپیش چیلنجز و عالم کفر کی عالم اسلام کے خلاف جاری ریشہ دوانیوں کا ذکر کیا۔ اپنے خطاب میں حضرت والد صاحب نے دادا جان شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی آواز بننے کا عہد دہرایا۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم ونائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار

الحق صاحب مدظلہ نے بخاری شریف کی آخری حدیث مبارک کا درس دیا، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے تاریخی پس ومنظر پر روشنی ڈالنے کیساتھ عالم اسلام کی یکجہتی وفلاح وبہبود کیلئے دعائیں کیں۔شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس اور حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحبان نے بھی پرمغز خطاب فرمایا۔

## برطانوی ہائی کمیشن کے نمائندوں کی دارالعلوم آمد اور مدیر الحق سے ملاقات

یکم مارچ ۲۰۲۲ء کو دارالعلوم حقانیہ میں برطانیہ کے ہائی کمیشن کے سفارتکار اور نمائندے تشریف لائے، انہوں نے دارالعلوم حقانیہ میں جاری وفاق المدارس العربیہ کے زیراہتمام ہونے والے امتحانات کا جائزہ لیا اور دارالعلوم کے مختلف تعلیمی شعبہ جات کا دورہ کیا۔وفد نے مدیر ''الحق'' مولانا راشدالحق سمیع صاحب سے مدارس کے نصاب، دینی تعلیم اور مختلف موضوعات پر بھی سیر حاصل گفتگو کی، بعدازاں مولانا حامدالحق صاحب سے بھی انہوں نے ملاقات کی۔

## جامعہ کے سالانہ امتحانات وتعطیلات

۱۹فروری بروز ہفتہ جامعہ کے سالانہ امتحانات کا آغاز ہوا،امتحان ایک ہفتہ جاری رہنے کے بعد وفاق المدارس کے سالانہ امتحانات ۲۶رفروری ۲۰۲۲ء سے شروع ہوکر ۳رمارچ ۲۰۲۲ء کو اختتام پذیر ہوئے، جامعہ میں وفاق المدارس کی طرف سے امسال چھ امتحانی مراکز تھے،امتحان کے آخری دن حضرت مہتمم صاحب ونائب مہتمم صاحب نے سالانہ تعطیلات کا اعلان کردیا۔

## حضرت مہتمم صاحب کی مصروفیات

۱۷جنوری کو جامعہ حقانیہ کے سابق استادالحدیث حضرت مولانا فضل مولیٰ صاحبؒ کے فرزند اور جامعہ کے اساتذہ کرام کے ہمراہ جامعہ حقانیہ تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب کے درس بخاری میں شرکت فرمائی اور بعد میں تفصیلی ملاقات کی،ان کے طلب پر حضرت مہتمم صاحب نے اجازت حدیث بھی دی۔

۱۹جنوری کو جمعیت علماء اسلام کے صوبائی نائب امیر مولانا انوارالدین حقانی،مولانا لعل اخونزادہ،ضلع قلعہ سیف اللہ سے علماء کے وفد کے ہمراہ تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

۲۰جنوری کو ضلع پشاور کے میئر حاجی زبیر علی،سابق وزیر مذہبی امور مولانا امان اللہ حقانی اور جناب ارباب فاروق صاحبان حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کے لئے تشریف لائے،بعدازاں مولانا سلمان الحق حقانی صاحب نے انہیں جامعہ کی جدید عمارت کا دورہ اور تعارف کروایا۔

۲۱جنوری کو تبلیغی مرکز راولپنڈی سے آئے ہوئے علمائے کرام کے وفد سے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ

نے ملاقات کی۔۲فروری کو دارالفرقان حیات آباد کے حضرت مولانا عبدالبصیر شاہ کے دورہ حدیث کے ۳۶ طلبائے کرام اجازت سند حدیث کے لئے جامعہ حقانیہ تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب کے درس بخاری وابوداؤد میں شرکت کی اور حضرت نے اجازت حدیث دی۔

۳فروری کو حافظ احسان الحق صاحب (مہتمم جامعہ المحصنات للبنات تاروجبہ) کے مدرسہ میں بخاری شریف کی آخری حدیث کا حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے درس دیا۔

۹فروری کو مدرسہ ضیاء القرآن کیمپ اکوڑہ میں حفاظ کرام کے جلسے میں ان کی دستار بندی کی گئی۔

۱۰رفروری کو حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کے مدرسہ جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد نوشہرہ کے جلسہ دستار بندی تقریب ختم بخاری میں خطاب فرمایا۔

۱۱فروری کو جامع مسجد سی پی برار کالونی کراچی میں نماز جمعہ سے قبل خطاب فرمایا،اسی روز جامعہ شمس العلوم بلدیہ ٹاؤن کراچی میں جلسہ دستار بندی میں شرکت کی اور بیان فرمایا ااور آخر میں دعا بھی فرمائی

۱۴رفروری کو دارالحفظ میں اجتماعی ختم القرآن کا انعقاد کیا گیا،تقریب میں بعد از نماز مغرب حضرت مہتمم صاحب نے حفاظ کرام سے بیان فرمایا اوران کی دستار بندی کی اور اختتامی دعا بھی فرمائی۔اسی روز مولانا فیض الرحمٰن صاحب کی دعوت میں شرکت فرمائی۔

۱۵رفروری کو جامعہ رشیدیہ ضلع صوابی کے مہتمم حضرت مولانا فضل علی حقانی صاحب کے مدرسہ میں بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا اور بیان فرمایا اسی طرح جامعہ عبیدیہ شرین کوٹھی نوشہرہ میں بھی جلسہ دستار بندی میں حفاظ کرام کی دستار بندی اور بیان فرمایا۔

## حضرت نائب مہتمم صاحب کی مصروفیات

۲۴ جنوری : پشاور میں تعینات افغان کونسل جنرل حافظ محبّ اللہ صاحب نے جامعہ حقانیہ میں حضرت والد صاحب مدظلہ اورعم مکرم مولانا راشدالحق صاحب سے ملاقات کی ۔

۲۶رجنوری کو حضرت مولانا عبدالغفور صاحب کرک سے وفد کے ہمراہ جامعہ تشریف لائے اور حضرت مہتمم و نائب مہتمم صاحبان سمیت جامعہ کے اساتذہ وشیوخ سے ملاقات کی۔

یکم فروری کو جمعیت علمائے اسلام کے رہنما مولانا عبدالرؤف فاروقی ،مولانا عبدالخالق،کرک سے حافظ عید محمد،مولانا عرفان،مردان سے اکرام اللہ شاہداوردیگر صاحبان نے اکوڑہ خٹک میں نائب مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کی اور جماعتی امور پر تبادلہ خیال کیا۔

۴رفروری کو شیدو نوشہرہ میں دو خاندانوں کے مابین رضامندی و صلح کے جرگہ میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی ۔اسی روز ضلع نوشہرہ کے علاقے مغلکی میں مدرسہ کی تعمیر کا سنگ بنیاد رکھا۔

۱۰رفروری کو حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کے مدرسہ جامعہ ابو ہریرہؓ خالق آباد نوشہرہ کے جلسہ دستار بندی کی تقریب میں تشریف لے گئے اور وہاں خطاب فرمایا۔اسی روز اضاخیل نوشہرہ میں مولانا عبدالغنی صاحب کے مدرسہ کی تقریب ختم بخاری و دستار بندی میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔

۱۲۔۱۳فروری کو حضرت نائب مہتمم مدظلہ دو روزہ دورے پر ضلع ٹانک، کلاچی، بنوں اور کرک تشریف لے گئے جہاں جمعیت علمائے اسلام کے زیر اہتمام مختلف تقریبات و اجتماعات میں بطور مہمان خصوصی شرکت فرمائی۔

۲۱فروری کو حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے نواسے اور حضرت مولانا اشرف علی قریشی صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا ارشد علی قریشی کے ادارہ جامعہ اشرفیہ بجوڑی گیٹ پشاور میں منعقدہ تقریب ختم بخاری و دستار بندی میں حضرت مہتمم و نائب مہتمم صاحبان نے شرکت کی اور خطاب فرمایا،تقریب سے حضرت مولانا پیر سید مختار الدین شاہ صاحب اور دیگر علمائے کرام حضرات نے بھی خطاب فرمایا۔

**وفیات:** ۲۹ جنوری کو حضرت مہتمم صاحب مدظلہ جامعہ حقانیہ کے قدیم فاضل مولانا عبدالحلیم کے بھائی کی وفات پر تعزیت کے لئے چمکنی پشاور تشریف لے گئے۔یکم فروری کو حضرت مہتمم مدظلہ دارالعلوم کے قدیم فاضل اور حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ابتدائی شاگرد مولانا اظہار الحق حقانی مرحوم (حضرو) کا جنازہ پڑھانے کیلئے تشریف لے گئے ۔۱۲رفروری حاجی عبدالستار اور پرنسپل عبدالرحمٰن کی ہمشیرہ اور جناب فقیر حسین کی زوجہ کی وفات پر حضرت مہتمم صاحب ان کے گھر تشریف لے گئے اور دعائے مغفرت فرمائی۔۲۵ جنوری کو حضرت نائب مہتمم صاحب مدظلہ جمعیت علمائے اسلام کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالرؤف فاروقی صاحب کی ہمشیرہ کی وفات پر راولپنڈی میں ان سے تعزیت کی۔

۲۷رجنوری کو جامعہ حقانیہ کے قدیم خادم المعروف کا کا جان طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے،آپ نے چالیس سال تک جامعہ کی بے لوث خدمت کی،ان کی نماز جنازہ والد محترم نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے پڑھائی جبکہ جامعہ کے اساتذہ سمیت دیگر شریک ہوئے۔

☆ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور خاندان حقانی کے انتہائی مخلص جناب ایوب مامون صاحب طویل علالت کے بعد کراچی میں انتقال فرما گئے،حضرت مہتمم و نائب مہتمم صاحبان نے مرحوم کے اہل خانہ سے تعزیت کی۔۲۱ فروری کو دارالعلوم کے مخلص جناب ملک ثمین جان بھی انتقال فرما گئے ،جامعہ میں وفات ہونے والے مرحومین کے لئے خصوصی دعا و فاتحہ خوانی کا اہتمام کیا گیا۔

# جامعہ کے نئے تعلیمی سال ۴۴-۱۴۴۳ھ بمطابق ۲۳-۲۰۲۲ء کے داخلوں کا شیڈول

## درس نظامی

| درجات | ایام | تاریخ |
|---|---|---|
| تمام درجات کے قدیم طلباء (اعدادیہ تا دورہ حدیث) | بدھ | ۱۰،شوال ۱۴۴۳ھ بمطابق ۱۱ مئی ۲۰۲۲ء |
| جدید دورہ حدیث شریف | جمعرات | ۱۱،شوال ۱۴۴۳ھ بمطابق ۱۲ مئی ۲۰۲۲ء |
| جدید دورہ حدیث شریف | ہفتہ | ۱۳،شوال ۱۴۴۳ھ بمطابق ۱۴ مئی ۲۰۲۲ء |
| موقوف علیہ، اعدادیہ، متوسطہ، اولیٰ، ثانیہ، ثالثہ | اتوار | ۱۴،شوال ۱۴۴۳ھ بمطابق ۱۵ مئی ۲۰۲۲ء |
| سادسہ، رابعہ، خامسہ، تکمیل | پیر | ۱۵،شوال ۱۴۴۳ھ بمطابق ۱۶ مئی ۲۰۲۲ء |
| تجوید للعلماء، تجوید للحفاظ، تخصص فی الفقہ، تخصص فی الدعوۃ والارشاد، تخصص فی الحدیث، تخصص فی اللغۃالعربیۃ | منگل | ۱۶،شوال ۱۴۴۳ھ بمطابق ۱۷ مئی ۲۰۲۲ء |
| **افتتاح** | بدھ | ۱۷،شوال ۱۴۴۳ھ بمطابق ۱۸ مئی ۲۰۲۲ء |

**شعبہ حفظ** : درجہ حفظ میں داخلہ کے خواہشمند طلباء کی درخواستیں ۱۵ رمضان تا ۱۰ شوال بمطابق ۱۷ اپریل تا ۱۱ مئی دفتر اہتمام میں جمع کی جائینگی، حفظ کے خواہشمند طلباء کا ٹیسٹ اور انٹرویو وغیرہ ۹، ۱۰ شوال بمطابق ۱۰-۱۱ مئی بروز منگل، بدھ صبح 9:00 کو دارالعلوم حقانیہ میں ہوگا (امسال شعبہ حفظ کا داخلہ دارالعلوم کی تعلیمی کمیٹی اور دارالحفظ کے اساتذہ کی مشترکہ نگرانی میں ہوگا)۔ صرف وہ امیدوار درخواست دیں جو قرآن ناظرہ سے پڑھ چکے ہوں۔ عمر ۱۳ سال سے متجاوز نہ ہو۔ دو پارے پہلے سے یاد کرنے والوں کو ترجیح دی جائیگی۔ **درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء** : درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کیلئے داخلہ درخواست ۱۰ شوال بمطابق ۱۱ مئی بروز بدھ تک دفتر اہتمام میں جمع کرائی جائیں گی اور انٹری ٹیسٹ ۱۶ شوال بمطابق ۱۷ مئی بروز اتوار صبح 9:00 بجے ہوگا۔ نوٹ : تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کا دورانیہ دو سال ہوگا۔

**تخصص فی الحدیث، تخصص فی اللغۃالعربیۃ**: امسال جامعہ حقانیہ میں فضلائے کرام کیلئے دو نئے تخصصات ''تخصص فی الحدیث و تخصص فی اللغۃالعربیۃ'' کا آغاز کیا جا رہا ہے، انٹری ٹیسٹ ۱۶ شوال ۱۴۴۳ھ بمطابق ۱۷ مئی ۲۰۲۲ء بروز منگل ہوگا **نوٹ:۱** درجہ متوسطہ میں وہ طلباء داخلہ لینگے جو کہ ساتویں جماعت پاس ہوں **نوٹ:۲** داخلہ کے خواہشمند طلباء کیلئے نادرا شناختی کارڈ کا ہونا لازمی ہے اور جو امیدواران نابالغ ہیں وہ اپنے والد صاحب کا نادرا شناختی کارڈ ضرور لائیں اور ساتھ تین عدد پاسپورٹ سائز رنگین تصاویر بھی ضروری ہیں **نوٹ:۳** امسال حقانیہ میں شعبہ تجوید کا الگ شعبہ ہوگا جسمیں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب کے مطابق حفاظ کیلئے دو سالہ کورس اور علماء کرام کیلئے یک سالہ کورس پڑھایا جائیگا **نوٹ:۴** ہر درجہ میں داخلہ کیلئے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحتانی درجات کے اصلی سندات کا برائے معائنہ دکھانا لازمی ہے اور ساتھ ان ہی اسناد کے دو عدد فوٹوسٹیٹ بھی لانا ضروری ہے۔

**نوٹ:۵** تمام قدیم طلباء کرام کا داخلہ رجسٹریشن کارڈ پر ہوگا لہٰذا قدیم طلباء کرام اپنے ساتھ رجسٹریشن کارڈ ضرور لائیں **نوٹ:۶** جو غیر ملکی طلباء کرام جامعہ میں داخلہ کے خواہشمند ہوں وہ پاکستانی ویزہ اور دیگر ضروری دستاویزات اپنے ساتھ ضرور لائیں **نوٹ:۷** قدیم طلباء کیلئے جو تاریخ مقرر کی گئی ہے وہ حتمی ہے، مقررہ تاریخ کے بعد کسی بھی طالبعلم کو داخلہ نہیں ملے گا

**دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا باضابطہ آغاز ان شاءاللہ ۱۷ شوال ۱۴۴۳ھ بمطابق ۱۸ مئی ۲۰۲۲ء بروز بدھ ہوگا**

مبصر مولانا محمد اسلام حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

# تعارف وتبصرہ کتب

● **اسلامی نظریہ صحت** تصنیف: مولانا مفتی ذاکرحسن نعمانی

ضخامت: ۷۰ صفحات ناشر: مکتبہ الایمان کراچی۔ 03212466024

حضرت مولانا مفتی ذاکرحسن نعمانی صاحب جامعہ عثمانیہ اور جامعہ حقانیہ کے شعبہ تخصصات کے قابل استاد ہیں، کئی علمی کتابوں کے مصنف اور زمانہ شناس مفتی ہیں، اب کی بار انہوں نے میڈیا (ذرائع ابلاغ) سے تعلق رکھنے والے افراد کے لئے قرآن وسنت کی روشنی میں احکام وقواعد کو جمع فرمایا ہے اور صحافی حضرات کی شرعی رہنمائی فرمائی ہے۔ مفتی صاحب اس سے قبل بھی ڈاکٹروں کیلئے ''اسلامی نظریہ طب''، سیاستدانوں کیلئے ''اسلامی نظریہ سیاست'' مبلغین کیلئے ''رہنمائے دعوت و تبلیغ'' کاروباری حضرات کیلئے ''اسلامی معیشت'' اور اساتذہ ومدرسین کیلئے ''رہنمائے معلمین'' اور ''رہنمائے تعلیم'' تحریر فرما چکے ہیں جبکہ وکلاء اور ججز کیلئے ان کی کتاب ''اسلامی نظریہ قانون وصحافت'' بھی عنقریب منظر عام پر آئے گی، مفتی صاحب نے دیگر کتابوں کی طرح یہ کتاب مرتب کر کے صحافت اور سوشل میڈیا سے تعلق رکھنے والے حضرات پر احسان فرمایا ہے۔ (مبصر: مولانا حبیب اللہ حقانی)

● **عقبیٰ کے مسافر** تالیف: مولانا سید محمد زین العابدین صاحب

ضخامت: ۳۵۵ صفحات رابطہ نمبر: 03212000870

رجال کی تاریخ محفوظ کرنا اس امت کی وہ خصوصیت ہے جس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی، دشمن بھی اس عظیم کارنامے کے اعتراف پر مجبور نظر آتا ہے، لارڈ اسپرنگر نے الاصابہ کی ایڈیٹنگ پر (دیباچہ) میں تحریر کیا ہے کہ یہ اس امت کا ایسا کارنامہ ہے جس کی نظیر کوئی امت پیش نہیں کرسکتی۔ اہل سیر نے ہر دور میں تاریخ کے اس صنف ''تذکرہ وسوانح'' پر خاص توجہ مرکوز رکھی بلکہ یوں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کہ تاریخ کا زیادہ تر سرمایہ تذکرہ وسوانح پر مشتمل ہے۔ اکابرین کے تذکار وسوانح اگر ایک طرف ان شخصیات کو محفوظ کر کے تاریخ کا حصہ بنانے کا کام دیتی ہے تو دوسری طرف آنے والی نسلوں کے لئے ان مینارہ نور رجال کے اعمال وکارناموں کو اپنی زندگی میں لانے کی دعوت وموعظت کا سامان بھی ہوتی ہیں۔ شخصیات پر مستقل تالیفات کے علاوہ مجلّات ورسائل میں مضامین کی شکل میں بھی بیشتر لکھا

جاتا ہے۔ مجلّات میں تعزیتی اور وفیاتی تحریروں کا ایک مستقل گوشہ ہوتا ہے۔ مولانا سید محمد زین العابدین سلمہ اللہ کے تعزیتی شذرات بھی اسی سلسلہ کا ایک حصہ ہے۔ ''لولاک'' ملتان، ''اخبارالمدارس'' کراچی، ''بینات'' کراچی، روزنامہ ''اسلام''، ''ضرب مومن'' وغیرہ میں ان کے مضامین گاہے گاہے چھپتے رہے۔ اب ان تحریرات کو احقر کے مشورے پر صاحب قلم نے جمع کر کے ''عقبیٰ کے مسافر'' کے نام مجموعہ شائع کر دیا ہے۔ ہندوستان کے معروف علمی وادبی وفقیہ شخصیت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کے ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی جسے علمی و ادبی شخصیات کی تقاریظ مصنف کیلئے سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اٹھائیس تیس برس کی کم عمری میں درجن بھر کتابوں کی تالیف معمولی کام نہیں ہے۔ احقر کے ساتھ مؤلف موصوف کے تعلقات وروابط اسی قلمی ذوق کے بنیاد پر قائم ہیں، صاحب کتاب کا اندازِ تحریر شائستہ، سلیس اور سادگی کے ساتھ ادبی، رنگ سے بھی بھرپور ہے، کتاب کا آغاز صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ سے اور اختتام مداح رسول صلی اللہ علیہ وسلم جناب جنید جمشیدؒ کی شخصیت کے تذکرہ پر ہوا ہے، مجموعی طور پر ۷۸ شخصیات کا احاطہ کیا گیا ہے، چھپائی کیلئے متوسط کاغذ کا انتخاب کیا گیا ہے اسلئے کہ معیاری کاغذ کا استعمال اس مہنگائی کے دور میں کتاب کو قارئین کی رسائی سے دور کرنے کا سبب ٹھہرتا ہے۔ ارباب حکومت و اہل ذوق وفن کی توجہ اس جانب ضروری ہے تاکہ اشاعت و طباعت کا اعلیٰ و معیاری انداز اور قابل استطاعت خرید دونوں ممکن بن سکے۔ کتاب تاریخ و رجال اور تذکرہ و سوانح میں دلچسپی لینے والے حضرات کیلئے عمدہ سوغات ہے۔ (مبصر: مولانا عرفان الحق حقانی)

- **مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ** تالیف: حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

مرتب: حافظ خرم شہزاد ضخامت: ۱۶۰ صفحات ناشر: الشریعہ اکیڈمی گوجرانوالہ

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی شخصیت اور حیات و خدمات سے متعلق اب تک درجنوں کتابیں لکھی گئی ہیں اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب، علمی اور ممتاز عالم دین ہیں، مفتی محمود صاحبؒ کے قریبی ساتھیوں اور کارکنوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے، انہوں نے وقتاً فوقتاً حضرت مفتی صاحب کی شخصیت کے مختلف گوشوں پر مضامین لکھے اور آپ کی خدمات پر منعقد ہونے والی کانفرنسوں میں خطابات فرمائے، انہی منتشر مضامین اور محاضرات کو ادیب شہیر حافظ خرم شہزاد صاحب نے نہایت خوبصورت علمی و ادبی انداز میں مرتب کر کے شائع فرمایا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے حضرت مفتی صاحبؒ کے زندگی کے مختلف گوشوں کا پتہ چلتا ہے، کتاب میں کل ۲۹ ر مضامین ہیں، ''مولانا مفتی محمودؒ ایک عہد ساز شخصیت''، ''مفکر اسلام کی یاد میں''، ''شیخ الہندؒ اور فکر اسلام''، ''علامہ شبیر احمد عثانی سے مولانا مفتی محمودؒ تک''، ''افکار مفتی محمود اور

عصر حاضر'' وغیرہ جیسے اہم عنوانات پر حضرت راشدی صاحب نے قلم اٹھایا ہے، اللہ اسے جمعیت کے کارکنوں، طلبہ اور عوام الناس کیلئے نافع بنائے (آمین) (مبصر: مولانا حبیب اللہ حقانی)

- **مولانا فضل ربی ندویؒ** تالیف: مولانا ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن مدظلہ

ضخامت: ۳۶۸ صفحات ناشر: مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد کراچی، 021-36600896

حضرت مولانا حافظ ڈاکٹر فیوض الرحمٰن صاحب مدظلہ بزرگ عالم دین اور کئی علمی، ادبی اور تاریخی وسوانحی کتابوں کے مصنف ومؤلف ہیں، اب کی بار انہوں نے نہایت فراخ دلی اور وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے قریبی دوست حضرت مولانا فضل ربی ندویؒ (بانی مجلس نشریات اسلام کراچی) کے حیات وخدمات پر ضخیم کتاب لکھ ڈالی، مولانا فضل ربی ندویؒ پاکستان میں ندوۃ العلماء لکھنو اور بالخصوص مفکر اسلام حضرت مولانا اسید ابوالحسن علی ندویؒ کے علوم وافکار کے ناشر تھے، اللہ تعالیٰ نے علمی، دینی اور ادبی کتابوں کی اشاعت کے حوالے سے مولانا فضل ربی ندویؒ سے بہت بڑا کام لیا ہے، قاری صاحب مدظلہ نے اپنی اس کتاب کو سات ابواب میں تقسیم کیا ہے، باب اول سوانحی خاکہ، باب دوم میں اساتذہ وشیوخ کا تذکرہ، باب سوم میں مولانا فضل ربی ندویؒ کی خدمات پر لکھے گئے مختلف اہل علم و دانش کے تاثرات ہیں جبکہ باب چہارم میں صاحبزادگان خصوصاً قابل و فاضل مولانا محمد زبیر ندوی صاحب وغیرہ کے مضامین، باب پنجم وششم میں مشاہیر کے مکاتیب ونگارشات اور باب ہفتم میں اسناد، اخباری تراشوں اور نظموں پر مشتمل ہے، کتاب ظاہرو باطنی خوبیوں سے مزین ہے۔ (مبصر: مولانا حبیب اللہ حقانی)

- **اسلامی تصوف، میڈیکل سائنس اور نفسیات** مؤلف: ڈاکٹر فدا محمد

ضخامت: ۱۰۲ صفحات ناشر: ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کوہاٹ

جس طرح انسان کی جسمانی نشو ونما اور غذا کیلئے اللہ تعالیٰ نے کائنات میں لاتعداد نعمتیں پیدا کی ہے اسی طرح روحانی نشو ونما کیلئے اور اس کیلئے غذا کا بندوبست بھی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اس سلسلہ کی آخری کڑی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر ختم ہوئی، انبیاء علیہم السلام کے بعد ان کے متبعین اولیاء اور اتقیاء کو انسانوں کی روحانی غذا کا ذریعہ بنا کر ان کے قلوب پر محنت کرنے کی ذمہ داری ڈال دی، اسلامی تعلیمات میں قلوب ونفوس کی تصفیہ وتزکیہ کے عمل کو احسان وسلوک (تصوف) کہا جاتا ہے، تصوف کے سلسلہ میں اہل علم کے گرانقدر خدمات اور جلیل القدر تصنیفات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے، جس میں انسان کی

روحانی بیماریوں کے اسباب، مرض کی تشخیص اور علاج کے نسخے تجویز کی ہے اور تاہنوز اس پر لکھنے کا یہ سلسلہ جاری ہے، اس سلسلہ کی ایک کڑی مولانا سلیمان اشرفؒ کے خلیفہ مجاز ڈاکٹر فدا محمد صاحب کی تصنیف بھی ہے ۔زیر تبصرہ کتاب ''اسلامی تصوف، میڈیکل سائنس اور نفسیات'' میں ڈاکٹر فدا محمد صاحب نے روح، قلب، عقل اور نفس پر تصوف، میڈیکل سائنس اور نفسیات کی روشنی میں سیر حاصل روشنی ڈالی ہے اور جا بجا مغربی فکر، فلسفہ اور نفسیات سے دُر آئی ہوئی باطل اور محض مادی نظریات کی تردید بھی کی ہے، یہ علمی کاوش قارئین کی معلومات میں نہ صرف اضافے کا باعث ہوگا بلکہ اس موضوع پر کام کرنے والوں کیلئے بھی مشعل راہ ثابت ہوگی (ان شاءاللہ)

● **تجلیات رازیؒ دوراں** (علامہ قطب الدین غورغشتویؒ) مرتب: مولانا عبدالحق علوی

ضخامت:۱۶۰صفحات ناشر: صاحبزادہ حاجی فضل متین غورغشتوی (انگلینڈ)

حضرت مولانا قطب الدین غورغشتویؒ کو علمائے دیوبند میں ایک بلند مقام حاصل ہے، آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ایک ہیں اور شیخ الہندؒ کے ہم سبق بھی تھے، آپ نے برصغیر کے مشہور ومعروف مدارس میں درس وتدریس کی خدمات سرانجام دیں، اسلامی علوم و فنون میں آپ کو عبور حاصل تھا، آپ نے اپنی زندگی کے شب و روز دین اور اسلامی علوم کی خدمت میں صرف فرمائے، ہزاروں مشاہیر وعلماء آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں اور ہزاروں لوگ آپ کے فیوضات سے فیض یاب ہوئے، اب بھی ان کی علمی وعملی زندگی اور فیوضات وتعلیمات نئی نسل کیلئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں، ضرورت اس امر کی تھی کہ مرحوم کی حیات وخدمات کا تذکرہ قلمبند کیا جائے اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے ان کے قابل و لائق فرزند صاحبزادہ حاجی فضل متین غورغشتوی کی ایماء وتحریک پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق علوی نے مرحوم کا تذکرہ وسوانح لکھ کر اہل علم کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ زیر تبصرہ کتاب ''تجلیات رازیؒ دوراں'' میں مؤلف موصوف نے مولانا قطب الدین غورغشتویؒ کی زندگی، خاندان، علاقہ، تعلیم، تربیت، درس، تدریس، تصوف، سلوک، سلسلہ نسب، اساتذہ، تلامذہ، مرشدین، مسترشدین، علمی مقام ومرتبہ، سیاسی خدمات، افتا وقضا اور سفر آخرت جیسے تمام احوال پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے، اپنے موضوع پر اچھی کاوش اور سوانحی ادب میں ایک بہترین اضافہ ہے، طباعت اعلیٰ کاغذ پر تاہم کتاب کی سیٹنگ نہ ہونے کے برابر ہے۔امید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں املائی اغلاط کی تصحیح کے ساتھ ساتھ کتاب کی سیٹنگ پر بھی دھیان دیں گے۔کتاب حاصل کرنے کے لئے اس نمبر 03003369232 پر رابطہ کریں۔